پیشوا انٹرنیشنل

اردو زبان میں لندن سے گزشتہ 5 برس سے شائع ہونے والا منفرد سہ ماہی رسالہ

جلد 5۔ شمارہ 4۔ اکتوبر تا دسمبر 2018ء۔ زیر ادارت: رانا محمد حسن خاں

Jogendra Nath Mandal
First Law Minister of Pakistan
HINDU

Sir Zafarullah Khan
First Foreign Minister of Pakistan
Ahmadi

Sir Agha Khan III
First President of Muslim League
Ismaili

Raja of Mehmoodabad
Shia Muslim

2 London Road, SM4 5BQ , Morden Surrey
Tel:020 36747009 , Mobile: 07792998973
Email: peshwaltd@gmail.com
www.peshwa.co.uk

RH DREAM EVENTS LIMITED

RH Dream Weddings

TEL: 020 3674 7909 MOB: 077 9299 8973

- Venue Hire
- Decoration
- Catering
- Cutlery & Crockery
- Service Staff

BEST OFFER BEST OFFER BEST OFFER BEST OFFER

Package Price

- Event Management
- Cinematic Videography
- Photography
- DJ-Dhoolchi
- Chauffeur Service

2 London Road, SM4 5BQ Morden - Surrey

Tel. 020 3674 7909 - Mob. 077 9299 8973 (Mon-Fri 10:00 - 17:00)

Email: info@rhacs.co.uk - Web: www.rhdreamweddings.com

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

چیف ایڈیٹر رانا محمد حسن خاں

نائب ایڈیٹر محمد ثاقب رشید **مارکیٹنگ مینیجر** رانا عبدالصمد خاں **سرورق** محمد سلیم انصاری

خصوصی تعاون آر۔ایچ ایکسیڈنٹ کلیم سروسز (پرائیویٹ) لمیٹڈ

اس شمارہ میں

آیات قرآن الحکیم ۔حدیث النبی ﷺ ۔	2
مشعل راہ (''قانون توہین رسالت'')	2
اداریہ ''چوروں اور ڈاکوؤں کا محاسبہ''	3
ارکان پارلیمنٹ کی شراب دوستی	4
''میڈم نور جہاں یا فتور جہاں''	6
ابوجہلوں کی بستی میں پھنسے سید نصیر شاہ	7
عمران خان، اسلامی جمہوریہ پاکستان کو انتشار سے بچائیں!	11
مسلمان ریاستوں میں اقلیتوں کی حالت زار (قسط 7)	13
''جناب وزیر اعظم لرزتا ہے دلِ مفلس''	18
مولانا کوثر نیازی اور شراب	20
پاکستان کے کسان	21
باتبصرہ خبریں: گناہ ٹیکس ۔ریاست کی زمینوں پر ناجائز	22
قبضہ ۔واچ لسٹ، بلیک لسٹ ۔امریکہ کا پالتو سعودیہ اور	23
فضائل و برکات قرآن مجید	24
ہماری کائنات، کہکشاں، سورج اور زمین	27
برقعہ پوش کتابیں	30
یہ مونچھیں!!	32
کتابی چہرہ	35
ہومیو پیتھک نسخہ جات (معدہ کی بیماریاں 3)	36
شمائل نبوی ﷺ (قسط 4)	38
آوارگانِ دشتِ خار (قسط 16) مولوی اور معاشرہ۔مولوی کی بغاوت اور دہشتگردی۔کعبۃ اللہ پر حملہ۔حلالہ سے محفوظ رہنے کی صورت۔اسلام خطرے میں ہے؟ تصوف اور اقبالؔ، مودودی، مولانا کیانی، منہاج القرآن۔غضب کے آثار	41
''عشق کی سرحد اور خوشونت سنگھ''	44
شعر و شاعری: امتہ الباری ناصر صاحبہ۔محسن احسان۔رومانہ رومی۔شباب للت۔میر تقی میرؔ۔میر غلام حسن۔منیر احمد باجوہ۔نظیر اکبر آبادی۔داغؔ دہلوی۔اختر ہوشیار پوریؔ۔جمشیدؔ اعظم چشتی۔الطاف حسین حالی۔رانا حسن	48

PESHWA MAGAZINE INTERNATIONAL

2.London road Morden Surrey SM4 5BQ. UK

Tel.020.36747909. E-mail. peshwaltd@gmail.com

قیمت فی شمارہ 1 پاؤنڈ ... سالانہ ممبرشپ فیس برطانیہ 14 پاؤنڈ یورپ 18 یورو آسٹریلیا و امریکہ 25 پاؤنڈز

www.peshwa.co.uk

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ.

آیات قرآن الحکیم

" وَمَا يَجۡحَدُ بِآيَاتِنَا إِلَّا كُلُّ خَتَّارٍ كَفُورٍ. يَا أَيُّهَا النَّاسُ اتَّقُوا رَبَّكُمۡ وَاخۡشَوۡا يَوۡمًا لَّا يَجۡزِي وَالِدٌ عَن وَلَدِهِ وَلَا مَوۡلُودٌ هُوَ جَازٍ عَن وَالِدِهِ شَيۡئًا إِنَّ وَعۡدَ اللَّهِ حَقٌّ فَلَا تَغُرَّنَّكُمُ الۡحَيَاةُ الدُّنۡيَا وَلَا يَغُرَّنَّكُم بِاللَّهِ الۡغَرُورُ. (سورة لقمٰن. ۳۳-۳٤)

اور ہمارے نشانات کا کوئی انکار نہیں کرتا مگر ہر ایک جو سخت دھوکہ باز اور بہت ناشکرا ہے۔ اے انسانو! اپنے ربّ کا تقویٰ اختیار کرو اور اس دن سے ڈرو جس دن نہ باپ اپنے بیٹے کے کام آئے گا، نہ بیٹا اپنے باپ کے کچھ کام آئے گا۔ یقیناً اللہ کا وعدہ سچا ہے۔ پس تمہیں دنیا کی زندگی ہرگز دھوکہ میں نہ ڈالے اور تمہیں اللہ کے بارہ میں دھوکہ باز (شیطان) ہرگز دھوکہ نہ دے سکے۔

حدیث النبی ﷺ

آنحضرت ﷺ نے فرمایا ہے کہ "یا ایھا الناس الا ان ربکم واحد و ان اباکم واحد الا لا فضل لعربی علی عجمی و لالعجمی علی عربی ولا لا حمر علی اسود ولا لا سود علی احمر الا بالتقویٰ ابلغت قالوا قدبلغ رسول اللہ ﷺ."

اے لوگو! تمہارا ربّ ایک ہے اور تمہارا باپ بھی ایک تھا پس ہوشیار ہو کر سُن لو کہ عربوں کو عجمیوں پر کوئی فضیلت حاصل نہیں اور نہ عجمیوں کو عربوں پر کوئی فضیلت ہے۔ اسی طرح سُرخ و سفید رنگ والے کو کالے رنگ والے لوگوں پر کوئی فضیلت نہیں اور کالے رنگ والے کو گوروں پر کوئی فضیلت نہیں ہے (ہاں جو بھی ان میں سے اپنی ذاتی نیکی سے آگے نکل جائے وہی افضل ہے) لوگو بتاؤ کیا میں نے تمہیں خدا کا پیغام پہنچا دیا؟ سب نے عرض کیا بے شک خدا کے رسولؐ نے اپنی رسالت پہنچا دی ہے۔ (احمد بن حنبل۔المسند ۵:۴۱۱۔۔رقم ۲۳۵۳۶)

مشعل راہ۔ "قانون توہین رسالت"

جناب سبط حسن گیلانی صاحب نے لکھا تھا:۔

"قانون توہین رسالت بذات خود مذہب اور بانی مذہب کی عمدہ تعلیمات کی رُوح کے منافی ہے۔ مذہب اسلام نے سچائی کی بنیاد دلیل و برہان کو قرار دے کر جبر کی ہر صورت کو مسترد کر دیا ہے۔ بانی اسلام کی اپنی زندگی میں متعدد بار ان کے مخالفین نے اِن سے بدسلوکی کی، اِن کے احترام کے منافی حرکتیں کیں لیکن اُنہوں نے اِس رویے کو نہایت خندہ پیشانی سے برداشت کیا۔ وہ ایک طاقتور قبیلے کے فرد تھے اور ہجرت کے بعد ایک ریاست کے سربراہ بھی تھے۔ وہ چاہتے تو ایسے توہین آمیز اقدامات کا انتقام لے سکتے تھے لیکن ایسا اس لیے نہیں ہوا کہ یہ اُن کی تعلیمات کے خلاف ہوتا۔ بعد میں بڑی بڑی طاقتور اسلامی سلطنتوں میں بھی ایسا کوئی قانون نہیں بنا ہے۔ جب تک ایسے امتیازی قوانین موجود ہیں اور ان پر عمل درآمد کا ٹھیکہ مُلّاؤں کے ہاتھ میں ہے۔ ہماری بستیاں دُھواں اُگلتی رہیں گی۔"

(روزنامہ "آج کل" اداریہ صفحہ ۱۹ اگست ۲۰۰۹ء)

اداریہ

(چوروں اور ڈاکوؤں کا محاسبہ)

جو کچھ نظر پڑے ہے حقیقت میں کچھ نہیں | عالم میں خوب دیکھو تو عالم ہے خواب کا

یہ بات بالکل سچ ہے کرپشن، چوری، فراڈ اور اقرباء پروری کی منحوس بدبو نے اہل وطن کا نا صرف جینا حرام کر دیا ہوا ہے بلکہ وطن عزیز کو بین الاقوامی طور پر بھی رسوا کیا ہوا ہے۔عمران خان نے گزشتہ پانچ برس میں قوم کو ان بدبودار چوروں اور ڈاکوؤں سے متعارف کرایا ہے،اور قوم کو بتایا ہے کہ ان چوروں اور ڈاکوؤں کا محاسبہ کیے بغیر اور لوٹی ہوئی قومی دولت واپس لیے بغیر ملک ترقی کے زینے نہیں چڑھ سکتا۔عمران خان کی بات کا پاکستانی عوام نے نا صرف یقین کیا بلکہ انہیں وزیر اعظم کی کرسی پر بٹھا کر انہیں چوروں اور ڈاکوؤں کو قابو میں لانے اور ان سے لوٹی رقم بازیاب کروانے کا ٹاسک بھی دے دیا۔اس وقت چند بڑی سیاسی مچھلیاں قابو آسکتی ہیں اور چند ایک قابو میں آنے کے باوجود بار بار ہاتھ سے پھسل رہی ہیں۔اور یہ بھی نا قابل تردید حقیقت ہے کہ ان قابو آئی مچھلیوں کے ہاتھوں سے پھسلنے کی سب سے بڑی وجہ انصاف کرنے والی ہستیوں کے ہاتھوں کا نہایت کمزور ہونا ہی ہے۔وہ عدالتیں جن کے پاس نو لاکھ سے زائد کیس زیر التواء ہوں اگر وہ عدالتیں چند چوروں کا فیصلہ کرنے میں کئی برس لگائیں گی تو ان کے پاس نا صرف زیر التواء کیسوں میں اضافہ ہوگا بلکہ قوم مزید پستی میں گرتی چلی جائے گی۔

احتساب عدالت نے تقریباً ڈیڑھ برس تک مریم نواز شریف اور نواز شریف کے کیس کی سماعت کی اور آخر ان دونوں کو قصوروار قرار دے کر جیل بھیج دیا،اور کچھ ہی دنوں بعد ہائی کورٹ نے احتساب عدالت کی سرزنش کی اور ناکافی ثبوتوں کی بناء پر ان کی سزا معطل کر دی اور ضمانت پر رہا کر دیا،اور آج کے دن تک خاموشی ہے۔۲۴ دسمبر کو احتساب عدالت نے نواز شریف کے خلاف دو ریفرنسز کا فیصلہ سنایا ہے،العزیزیہ ریفرنس میں نواز شریف کو سات سال قید،پونے چار ارب روپے جرمانہ،تمام جائداد کی ضبطی اور دس سال تک کسی بھی عہدے پر فائز ہونے پر پابندی عائد کرنے کی سزا سنا دی ہے جبکہ دوسرے ریفرنس میں نواز شریف کو بری کر دیا ہے۔اس فیصلے کے خلاف بھی نواز شریف نے ہائی کورٹ میں اپیل داخل کر دی ہے۔عدالتوں کے سابقہ چلن پر اگر غور کیا جائے تو صاف دکھائی دیتا ہے کہ ہائی کورٹ نواز شریف کی سزا معطل کر دے گی اور یہ کیس بھی نجانے کب تک زیر التواء رہے گا۔زرداری صاحب کو جنہیں لوگ ٹین پرسنٹ کہتے ہیں ان پر بھی گزشتہ دہائی میں درجنوں کرپشن کے مقدمے درج کروائے گئے تھے،مگر وہ تمام مقدمات سے باعزت بری کر دیے گئے اور پھر زرداری صاحب بااختیار صدر پاکستان بھی بن گئے۔سابق صدر جنرل ریٹائرڈ پرویز مشرف نے جب نواز شریف کی حکومت کا تختہ الٹ دیا تھا تو انہوں نے نواز شریف اور بے نظیر بھٹو کو پاکستان کی تمام بربادیوں کا باعث قرار دیا تھا اور ساتھ ہی یہ اعلان بھی کیا تھا کہ ان دونوں برائیوں کو واپس وطن نہیں آنے دیا جائے گا اور آخر کار ان دونوں کو تمام الزامات سے بری کر کے انہیں پاکستانی سیاست کے سب سے بڑے لیڈر بنا دیا۔یاد رہے کہ مشرف پرویز کی حکومت کے آغاز میں ہی نواز شریف پر ۲۸ مقدمے دائر کیے گئے تھے۔اور چار برس میں ۱۵ کیس ناکافی ثبوت ہونے کی وجہ سے خارج ہو گئے،چار کیسز میں سزا ہوئی اور باقی نو کیسز اب تک زیر التواء ہیں۔جن چار کیسز میں نواز شریف کو سزا سنائی گئی ان میں پہلا ہیلی کاپٹر کیس تھا جس میں نواز شریف کو بدعنوانی کے جرم میں ۱۴ سال قید اور دو کروڑ روپے جرمانہ کی سزا سنائی گئی۔یہ واحد کیس ہے اب تک جب نواز شریف کو کرپشن کے جرم میں سزا سنائی گئی۔دوسرا مقدمہ جس میں نواز شریف کو عمر قید کی سزا سنائی گئی تھی وہ طیارہ ہائی جیکنگ کیس تھا۔اور باقی دو کیس کئی برس نواز شریف کو ذلیل کرنے کے بعد ختم کر دیے گئے۔دسمبر ۲۰۰۰ء کو نواشریف کی دس سالہ جلاوطنی کے معاوضہ کے طور پر نواز شریف کو ملنے والی سزائیں کالعدم قرار دے کر بھاڑ میں پھینک دی گئیں۔

جناب عمران خان صاحب کہا کرتے تھے کہ ہم اداروں کو ٹھیک کریں گے،یہ بالکل درست بات تھی۔پاکستان کے سبھی ادارے کرپشن کی غلیظ دلدل میں سڑ رہے ہیں اور انکی بدبو نا قابل برداشت ہو چکی ہے۔پولیس،عدلیہ اور فوج جیسے بڑے ادارے اگر کرپشن بند کر دیں تو نواز شریف اور نہ ہی چھابڑی والا بشیرا کرپشن کر سکیں گے۔اللہ کرے کہ عمران خان اداروں کو کرپشن فری کر پائیں۔بدبودار ناسوروں کے حالات و واقعات تو یہی بتا رہے ہیں کہ ''عصر حاضر کا مرض ہے لا دوا''۔

معزز قارئین کو نیا سال بہت بہت مبارک ہو!!

آفتاب اور قریب آیا ہے اس سال کے ساتھ | انقلاب اور قریب آیا ہے اس سال کے ساتھ

ارکان پارلیمنٹ کی شراب دوستی

تحریر: جہانگیر خان۔لندن

اسلامی جمہوریہ پاکستان کا آئین اسلامی ہے۔اور اسی اسلامی آئین نے پاکستان کو اسلامی جمہوریہ پاکستان قرار دیا ہے۔جی ہاں یہ وہی آئین ہے جس کی آبرو آئین بنانے والوں نے اسلام کے نام پر ۱۹۷۴ء میں لوٹی تھی۔پھر ضیاء الحق اس اسلامی آئین کو ردی کاغذ کے ٹکڑوں سے تشبیہ دے کر ۱۱ برس تک اسکو بے آبرو کرتا رہا۔اور خود ساختہ اسلام کو قوم کے سینے پر رگڑتا رہا اور اس بات کا بھی اعلان کرتا رہا کہ اسلامی آئین بنانے والے سیاستدان، شرابی، جواری اور زناکار تھے۔شراب پینا پاکستانی جنرلوں، سیاستدانوں، صحافیوں، بعض مذہبی شخصیات اور امیر اور غریب قوم کا وطیرہ رہا ہے۔جنرل یحییٰ خان تو شراب کے نشے میں دھت اقلیم اختر عرف رانی جیسی بدقماش موٹی عورتوں کی گود میں پڑا رہتا تھا، سننے میں آیا ہے کہ یہ جنرل نشے میں دھت ننگا گھر سے نکلنے کی کوشش کرتا تھا۔ذوالفقار علی بھٹو نے تو سرعام ایک جلسہ میں تقریر کرتے ہوئے صاف صاف بتا دیا کہ وہ شراب پیتے ہیں۔بھٹو نے کہا تھا کہ وہ بہت کام کرتے ہیں اس لیے شراب پینی پڑتی ہے، میں شراب پیتا ہوں، مولوی کی طرح حلوہ نہیں کھاتا۔یہ وہی بھٹو ہے جس نے مولویوں کو خوش کرنے کے لیے اور خود کو اچھا مسلمان ثابت کرنے کے لیے ریس، جوئے اور شراب پر پابندی لگائی تھی۔اسی طرح حسن نثار صاحب بعض اوقات نشے کی حالت میں پروگرام کرتے ہیں۔ان کے متعلق ایک بار جماعت اسلامی کے فرید پراچہ نے کہا تھا کہ انہیں رات نو بجے کے بعد مدعو نہ کیا جائے۔سابق چیئرمین اسلامی نظریاتی کونسل مولانا طاہر اشرفی کی شراب نوشی کے قصے زبان زد عام ہیں۔امیروں کے بنگلوں کا اگر جائزہ لیا جائے تو شاید ہی کسی بنگلے میں بار روم نہ ہو۔میری ایسے بلڈروں سے بات ہوئی ہے جنہوں نے خود نئے بننے والے بنگلوں میں خفیہ بار روم بنائے ہیں۔اور غریب عوام جو مہنگی ولائتی شراب خریدنے کی استعداد نہیں رکھتے کچی دیسی شراب پی کر آئے روز مرتے رہتے ہیں۔

چند برس قبل جمشید دستی نے پارلیمنٹ لاجز کے اطراف سے درجنوں شراب کی بوتلیں اکٹھی کر کے قوم کو دکھائی تھیں اور بتایا تھا کہ ممبران اسمبلی شراب پی کر خالی بوتلیں باہر پھینک دیتے ہیں اور یہ انکشاف بھی کیا کہ ممبران اسمبلی یہاں خواتین کو بھی لاتے ہیں اور ناچ گانا ہوتا ہے۔ان کے پیش کیے گئے ثبوتوں کو مدنظر رکھتے ہوئے، شراب نوشوں کے خلاف کاروائی ہونے کی بجائے جمشید دستی ہی کے خلاف ریفرنس پارلیمنٹ میں پیش کر دیا گیا۔جب اس واقعہ پر مولانا حمد اللہ نے پارلیمنٹ لاجز میں رہنے والوں کے طبی معائنے کرانے کا مطالبہ کیا تو انہیں اسپیکر نے خاموش ہونے کے لیے کہا تو حمد اللہ نے کہا کہ'' اگر پارلیمنٹ کے ارکان شراب نہیں پیتے تو کیا ملازمین اور بھنگی پارلیمنٹ لاجز میں مہنگی شراب کی بوتلیں پی کر خالی بوتلوں کے انبار لگاتے ہیں؟''

پاکستانی مسلمان سیاستدان اس قدر شراب کے عادی ہیں کہ اسپتالوں میں بھی اپنا شوق پورا کرتے ہیں، گزشتہ دنوں چیف جسٹس آف پاکستان جناب ثاقب نثار نے ایک اسپتال میں داخل شرجیل میمن کے کمرے میں چھاپہ مارا اور دو شراب کی بوتلیں برآمد ہوئیں۔

کالم نگار شہزاد احمد بھٹی لکھتے ہیں کہ'' کون نہیں جانتا کہ اسلام آباد، لاہور، کراچی اور کوئٹہ کے تمام بڑے ہوٹلوں اور نجی محفلوں میں شراب نوشی سرعام کی جاتی ہے۔بلکہ اسے اسٹیٹس سمبل کے طور پر لیا جاتا ہے۔اگر کوئی ان کی محفل میں شریک ہو اور وہ شراب پینے سے اجتناب کرے تو اسے بیمار مہذب قرار دیا جاتا ہے۔پاکستان اسلام کے نام پر بنا !اسے اسلامی جمہوریہ پاکستان کہا جاتا ہے لیکن یہاں قانون صرف کتابوں میں اور استعمال صرف غریبوں پر کیا جاتا ہے۔اگر کوئی غریب یا عام آدمی شراب کے نشے میں دھر لیا جائے تو پولیس نہ صرف درگت بناتی ہے بلکہ جیل میں ڈال دیتی ہے۔اور اگر امیر پی لے تو

پیاس بجھانے کو چسکی لی ہے
کون شرابی کس نے پی ہے

معزز قارئین! دنیا بھر میں ۲۰۱۰ء سے اب تک شراب کی کھپت میں کمی آئی ہے مگر اسلامی جمہوریہ پاکستان میں شراب کی مانگ میں دس فیصد اضافہ ہوا ہے، شراب کی تین قانونی فیکٹریاں دن رات شراب بنانے میں مصروف ہیں، ان فیکٹریوں میں سے ایک فیکٹری مری بریوری کے چیف ایگزیکٹو ایم بھنڈرا کا کہنا ہے کہ اسلامی جمہوریہ پاکستان میں ہر سال شراب کی مانگ میں اضافہ ہو رہا ہے۔کالم نگار عبدالصبور شاکر نے ایک رپورٹ میں بتایا ہے کہ''

صرف ایم بھنڈرا کی فیکٹری میں سالانہ پچاس ہزار ہیکٹو لیٹر یعنی پچاس لاکھ لیٹر بیئر اور چار لاکھ گیلن لکر بناتی ہے، پاکستان میں ڈیڑھ کروڑ سے زائد پاکستانی شرابی ہیں۔'' ایک اور رپورٹ کے مطابق ۹۹ ننانویں فیصد مسلمان غیر مسلموں کے اجازت ناموں پر شراب بیچتے اور خریدتے ہیں۔ مسلمان شرابیوں کی تعداد میں مسلسل اضافہ ہو رہا ہے۔

اس لمبی تمہید کے بعد اب چلتے ہیں عمران خان کی خیالی ریاست مدینہ کی جانب جس میں مسلمان شرابیوں کی کثیر تعداد اسلام کا منہ چڑا رہی ہے اور پی ٹی آئی کے ارکان بھی شراب پر پابندی کے خلاف ہیں۔ پی ٹی آئی کے اقلیتی ممبر اسمبلی رمیش کمار نے پارلیمنٹ میں انکشاف کیا ہے کہ شراب تمام مذاہب میں حرام ہے۔ اس لیے شراب پر پابندی عائد کی جائے۔ ان کا مقصد یہ تھا کہ جیسے مسلمان شراب حرام سمجھتے ہیں ایسے ہی دوسرے مذاہب بھی اسے حرام سمجھتے ہیں تو پھر مسلمانوں کا دوسرے مذاہب کے کندھوں پر بیٹھ کر شراب پینا دوسرے مذاہب کی توہین ہے، اس لیے شراب (ام الخبائث۔ ام الفواحش) پر پابندی لگائی جائے۔ جب رمیش کمار نے ارکان پارلیمنٹ کی قرارداد کے حق میں ووٹنگ کروانے کا مطالبہ کیا تو اسپیکر نے اس بات پر ووٹنگ کروائی کہ کیا رمیش کمار کی قرارداد ووٹنگ کروانے کے قابل ہے یا نہیں؟ تو حکومتی اور اپوزیشن کے ممبران اسمبلی کی اکثریت نے رمیش کمار کی تجویز کو مسترد کر کے شراب دوستی کا بھرم قائم رکھا۔ اس شراب دوستی کا پول ہم مضمون کے پہلے حصے میں کھول چکے ہیں، مزید تبصرہ کیے بغیر سابق ایم این اے جماعت اسلامی جناب مولانا محمد حسین محنتی کے اقتباس پر مضمون کا خاتمہ کرتے ہیں۔

مولانا صاحب لکھتے ہیں:۔

''ایک طرف وزیر اعظم عمران خان ملک کو مدینے کی ریاست بنانے کے دعوے کرتے نہیں تھکتے تو دوسری جانب ان کی پارٹی سے تعلق رکھنے والے اقلیتی رکن قومی اسمبلی کی جانب سے شراب پر پابندی کے بل کو مسترد کرنا نا صرف شرمناک عمل بلکہ حکومتی دعوں کی سراسر نفی ہے، ایک اقلیتی رکن تو شراب پر پابندی کا بل پیش کر رہا ہے مگر کلمہ اور قرآن کے نام پر معرض وجود میں آنے والے ملک کے مسلمان اراکین اسمبلی کی جانب سے اس بل کی مخالفت میں ووٹ کرنا پوری امت اور پاکستان کے بیس کروڑ (مسلمان) عوام کے زخموں پر نمک پاشی کے مترادف ہے۔ (مظلوم) اقلیتوں کے نام پر ملک بھر میں جاری شراب کے کاروبار سے کون مستفید ہوتا ہے اور سب سے زیادہ شراب کون سا طبقہ استعمال کرتا ہے؟ یہ بات کسی سے ڈھکی چھپی نہیں (مسلمان)۔ شراب کو اسلام میں ام الخبائث یعنی تمام برائیوں کی ماں قرار جبکہ تمام مذاہب میں ناپسندیدہ قرار دیا گیا ہے لیکن وطن عزیز میں ہر بڑے شہر اور گاؤں میں بڑے پیمانے پر شراب کا کاروبار جاری ہے اور مسلمان شراب کا استعمال کر رہے ہیں۔'' (روزنامہ نوائے وقت ۱۴ دسمبر ۲۰۱۸ء)

اے وہ کوئی جو آج پیے ہے شراب عیش
خاطر میں رکھیو کل کے بھی رنج و خمار کو

توجہ فرمائیں

پیشوا ادارہ کا کسی بھی سیاسی جماعت سے تعلق نہیں ہے۔ پیشوا ادارہ تمام سیاسی و مذہبی شخصیات کا تہہ دل سے احترام کرتا ہے مگر ان کے غلط نظریات اور افکار کو بیان کرنے کی قارئین کو اس غرض سے اجازت دیتا ہے تاکہ متذکرہ شخصیات اپنی اصلاح کر سکیں۔ اگر کوئی شخص سمجھے کہ اسے غلط طور پر تنقید کا نشانہ بنایا گیا ہے تو وہ بھی حق رکھتا ہے کہ وہ بھی ناقدین کی اصلاح کے لئے اپنا موقف پیش کرے اور ادارہ ایسے مضامین کو شائع کرنا اپنا فرض سمجھتا ہے۔ ادارہ پیشوا بلا تفریق مذہب و ملّت خدمت کا دعوے دار ہے۔ سبھی رسالہ میں اپنے افکار اور خیالات کا اظہار کرنے کا حق رکھتے ہیں۔ ادارہ پیشوا اُن تمام قلمکاروں کو دعوت دیتا ہے جو سمجھتے ہیں کہ وہ لکھنے کی صلاحیت رکھتے ہیں۔ ادارہ اپنے قارئین کی آراء اور مشوروں کا منتظر ہے۔ آپ کے کی تجاویز کا خیر مقدم کیا جائے گا اور قارئین کی آراء پر غور بھی کیا جائے گا۔ انشاءاللہ۔ (ایڈیٹر پیشوا انٹرنیشنل)

’’میڈم نور جہاں یا فتور جہاں‘‘

مشہور کالم نگار سبط حسن گیلانی اپنے ایک مضمون ’’میڈم نور جہاں، ستو کنجری اور باوا مست شاہ‘‘ میں لکھتے ہیں:۔

’’پچھلے دنوں ایک معروف آن لائن ویب سائٹ پر ایک مضمون شائع ہوا ’میڈم نور جہاں یا فتور جہاں‘۔ یہ کسی مذہبی انتہا پسند مولوی کے قلم کا فتور تھا جس نے اپنی کم علمی و کم فہمی و تعصب کا کھل کر اظہار کیا اسے یہ بھی علم نہیں تھا کہ کسی کے فن اور ذاتی زندگی میں بہت فرق ہوتا ہے۔ یہ دو الگ الگ چیزیں ہوتی ہیں۔ اپنے قلم سے اعلیٰ درجے کا مزاح تخلیق کرنے والا ذاتی زندگی میں انتہائی سرد مزاج واقع ہوسکتا ہے۔ انسانی اخلاق و اقدار پر صبح و شام قلم گھسانے والا ذاتی زندگی میں انتہائی کمینہ صفت ثابت ہوسکتا ہے۔ جبہ و دستار میں لپٹا ہوا مذہبی رہنما اپنی ذاتی زندگی میں انتہائی بدکردار ہوسکتا ہے۔ اسی طرح گناہ سمجھے جانے والے پیشوں سے منسلک لوگوں کے درمیان کوئی نیکوکار بھی ہوسکتا ہے۔ کون زیادہ گناہ گار ہے اور کون کم؟ روزِ حساب کس کے گناہوں کا وزن زیادہ ہوگا اور کس کی نیکیوں کا؟ یہ کام صاحب میزان پر چھوڑ دیا جائے تو مناسب ہے۔ مگر کم ہی اسے سمجھ پاتے ہیں۔ نور جہاں کے گناہ کتنے بھی زیادہ ہوئے تو ہم امید کر سکتے ہیں کہ پوری کی پوری قوم کو دہشت گردی کی آگ میں جھونکنے والے آمروں، لوگوں کے بچے جہاد کے نام پر مروا کر ان کے خاندانوں کو برباد کرنے والے مذہبی رہنماؤں، اور سیاست کے نام پر لوگوں کے بچوں کے منہ سے نوالہ چھین کر اپنے بچوں کا مستقبل سنوارنے والے سیاسی رہنماؤں، مذہب کو جنس بازار بنا کر منہ مانگے داموں پر فروخت کرنے والے ذاکروں، خطیبوں، نعت خوانوں، عاملوں، پیروں اور واعظوں کے گناہوں کے مقابلے میں بہت کم وزن ثابت ہوں گے۔‘‘ ہم سب۔ یکم جنوری ۲۰۱۸

مذہبی الزام تراش

ابوالکلام آزاد نے اپنی کتاب تذکرہ میں حضرت شیخ داؤد جہنی وال کا ایک قول نقل کیا ہے جو درج ذیل ہے:۔

’’جن علماء نے بادشاہوں اور امیروں کو اپنا قبلہ و کعبہ بنالیا ہے، ان سے وہ مکھی ہزار درجہ افضل ہے جو نجاست پر بیٹھتی ہے۔‘‘

ابوالکلام آزاد ایسے ہی علماء سو کے متعلق لکھتے ہیں کہ ’علماء سو اور بندگان دنیا کی مخالفت و برہمی کے لیے اس سے بڑھ کر اور کیا بات ہوسکتی ہے کہ ایک درویش شکستہ حال اپنی پھٹی چٹائی پر بیٹھ کر ان کے اُس جاہ و جلال دنیوی کو نظر حقارت سے دیکھے جو دین فروشی کے بدلے لیا گیا ہے؟ اور آلودگیوں اور آلائشوں کے جن دھبوں کو انہوں نے نقش و نگار عزت سمجھ کر اپنی آستین و دامن میں جگہ دی ہے، ان کو ناپاکی کا داغ اور نجاست کا دھبہ بتلائے؟ ہر دور اور ہر زمانے میں یہی چیز ہے جس نے فقہا دولتہ اور علماء دربار کو فقراء حق کا دشمن بنا دیا ہے، اور پھر اس مخفی کینہ و حسد کو کام میں لانے کے لیے طرح طرح کے نام نہاد مذہبی الزام و حیل پیدا کر لیے گئے ہیں۔ چونکہ بادشاہ اور عوام دونوں ان لوگوں کے قبضے میں ہوتے ہیں، اس لیے جب چاہتے ہیں پولیٹیکل خطرہ دکھلا کر بادشاہ وقت کو اور مذہبی الزام تراش کر عوام کو بھڑکا دیتے ہیں۔‘‘

(تذکرہ از مولانا ابوالکلام آزاد۔ صفحہ ۲۳، ۲۴)

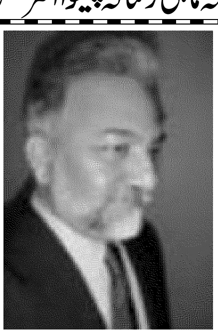

ابوجہلوں کی بستی میں پھنسے سید نصیر شاہ

تحریر: ڈاکٹر طارق احمد مرزا۔ آسٹریلیا

بائبل کے عہد نامہ جدید کی کتاب متّی میں حضرت یسوع مسیح سے منسوب قول درج ہے کہ ''کتوں کو مقدس خوراک مت کھلانا اور اپنے موتی سؤروں کے آگے نہ پھینکنا''۔اس قول کی ایک تشریح یہ کی جاتی ہے کہ موسوی شریعت اور مسیحی تعلیم بنی اسرائیل کے علاوہ کسی اور قوم یا امت کے افراد کے لئے نہیں۔واضح رہے کہ حضرت مسیح علیہ السلام سے منسوب اتنے سخت کلمات بائبل نے ہی پیش کئے ہیں۔قرآن مجید فرقان حمید اس ضمن میں تو حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے یہی قول منسوب کرتا ہے کہ ''اے بنی اسرائیل، میں تمہاری طرف ہی رسول بنا کر بھیجا گیا ہوں'' (مائدہ)۔

سابق انبیأ کے برعکس پیغمبر اسلام ﷺ کو بلاتفریق تمام عالم انسانی کے سامنے اپنی تعلیم پیش کرنے کا حکم ملا تھا۔آپ نے ابولہب، ابوجہل اور ان کے ہم خیال، ہم روش ساتھیوں کے سامنے بھی تعلیم حق پیش کی اور انہیں حقیقی نجات کا رستہ اپنانے کی دعوت دی لیکن وہ ایمان لائے نہ اقرار کیا کہ تم حق پر ہو۔اور پھر کچھ یوں ہوا کہ ابوالحکم کہلانے والا ابوجہل قرار پایا اور مرتے دم تک جہالت پہ ہی قائم رہا۔کیا ہی اچھا ہوتا کہ ابوجہل دنیا سے رخصت ہوتے وقت جہالت کو بھی اپنے ساتھ ہی لے جاتا لیکن افسوس کہ جہالت کا اختتام اس ایک ابوجہل کی موت کے ساتھ وابستہ نہ تھا۔ابوجہل کے مرجانے کے باوجود دنیا اسی قماش کے کتنے ہی جاہلوں سے اٹی پڑی رہ گئی۔چنانچہ پیغمبر اسلام حضرت محمد ﷺ کے ذریعہ عاقلوں کو اللہ تعالیٰ نے ان وارثان ابوجہل کے بارہ میں متنبہ کرتے ہوئے بذریعہ وحی یہ بات سمجھائی کہ جب بھی کبھی جاہلوں سے تمہارا واسطہ پڑے تو ان سے اعراض کرو اور سلام دعا کر کے ایک طرف کو ہولو۔

مذکورہ بالا ہدایت کا اطلاق خصوصاً اس صورتحال پہ ہوتا ہے جب ابوجہلوں یا وارثان ابوجہل کے ساتھ ''ون ٹو ون'' آمنا سامنا ہو جائے وگرنہ تو ہر طرف آواز دینا عاقلوں کا کام قرار دیا گیا ہے، تاکہ جس کی فطرت نیک ہو وہ اس سے محروم نہ رہے اور انجام کار وہیں آن پہنچے جہاں پہ اس کا خمیر تھا۔یہ اس لئے ضروری ہے کہ بقول شاعر موج ہے دریا میں اور بیرون دریا کچھ نہیں۔

قارئین کرام! مستقل مزاجی کے ساتھ ہر طرف آواز دیتے چلے جانا اولوالعزمی، استقامت اور ثبات قدمی کا متقاضی ہوتا ہے جو خدا تعالیٰ کے فضل، رحم اور نصرت سے کسی کو ودیعت کیا جاتا ہے۔اس کے بغیر بڑے سے بڑا عاقل اور دانشور بھی دو قدم دور دو تین پل چل کر ہمت اور حوصلہ ہار بیٹھتا ہے اور بائبل کے بیان کردہ اصول کو اپنے رنگ میں اپناتے ہوئے اس نتیجہ پر پہنچ جاتا ہے کہ علم اور دانش وحکمت کے موتی کتوں، سؤروں اور ابوجہلوں کے آگے نہ پھینکو۔اس کی تفصیل بعد میں، لیکن بیان کرتا چلوں کہ اللہ والوں میں سے بھی بعض افراد ایسے ہوتے ہیں جنہیں بسا اوقات چند ایک افراد ہی نہیں بلکہ ساری کی ساری بستی ہی ابوجہلوں، بلکہ کتوں، سؤروں اور بندروں کی بستی دکھائی دے رہی ہوتی ہے۔چنانچہ روایت بیان کی جاتی ہے کہ:۔

''ایک ولی اللہ جب بھی نماز پڑھانے کے بعد مقتدیوں کی طرف رخ کر کے بیٹھتے تو آنکھوں کو پگڑی کے پلو سے ڈھانپ لیا کرتے۔ایک دن جرأت کر کے ان کے شاگرد خاص نے اس کی وجہ دریافت کی تو انہوں نے خاموشی سے اپنی پگڑی اتار کر شاگرد کے سر پہ رکھ دی۔شاگرد نے پگڑی پہن کر ایک نگاہ مقتدیوں پہ ڈالی تو انتہائی گھبرا کر فوراً ہی سر سے اتار دی کیونکہ ولی اللہ کی پگڑی پہن کر بتصرف الٰہی کشفاً اسے تمام مقتدی بندروں اور خنزیروں کی طرح دکھائی دینے لگ گئے تھے۔''

معافی چاہتا ہوں، تمہید کچھ زیادہ ہی طویل ہوگئی، لیکن میں سمجھتا ہوں کہ ضروری بھی تھی۔آمدم برسر مطلب، میانوالی سے تعلق رکھنے والے مشہور شاعر، ادیب، مصنف، تاریخ دان، ماہر لسانیات، مفکر اور دانشور جناب سید نصیر شاہ صاحب (پیدائش 10 رجون 1934، وفات 18 ردسمبر 2016) بھی ایسے افراد میں شامل تھے جنہیں اپنی بستی ابوجہلوں کی بستی دکھائی دیتی تھی۔جناب نصیر شاہ صاحب کے بارہ میں بتاتا چلوں کہ وہ کوئی ولی اللہ نہیں تھے، نہ ہی اس کا انہیں کوئی وہم یا دعویٰ تھا۔گو ان کے چاہنے والے بہت سے لوگ انہیں ولی ہی سمجھتے ''جو نہ بادہ خوار ہوتا''، لیکن حقیقت تو یہ ہے کہ ان کے چاہنے والے نہیں جانتے تھے کہ شاہ صاحب انہی چاہنے والوں کی جاہلیت کی 'بدولت' بادہ خواری پہ مجبور ہوگئے تھے!

آپ فرماتے ہیں:۔

کیئے تخلیق اشکوں سے جو سورج | انہیں اندھوں کی بستی میں نہ بیچو

حیاتِ نو کی صبحوں کا تبسم | کبھی مُردوں کی بستی میں نہ بیچو
وداعِ شب کے مریم بخت آنسو | سیہ کاروں کی بستی میں نہ بیچو
شعور و ذہن کے اعلیٰ صحیفے | ابوجہلوں کی بستی میں نہ بیچو

سید نصیر شاہ صاحب ایک انتہائی قابل، باشعور، حق گو شخص تھے۔ سستی شہرت، چاپلوسی، دکھاوا سخت ناپسند تھا اسی لئے پاکستان میں ساری عمر گمنامی کی گزاری۔ حقیقت تو یہ ہے کہ میانوالی کی سرزمین نے اگر پاکستان کو (بلکہ برصغیر کو) کوئی حقیقی دانشور عطا کیا ہے تو وہ نصیر شاہ صاحب کی ذات ہے۔ آپ کو گمنام رکھنے کے ذمہ دار آپ کے ''یار'' بنے رہے، جنہیں آپ نے خوب جان اور پہچان کر کوئی لگی لپٹی رکھے بغیر طنزاً ان کے منہ پہ سنا دیا: ؎

گراں قیمت خزانے کو سدا پوشیدہ رکھتے ہیں
مرے یاروں نے مجھ کو اس لئے گم نام رکھا ہے

اور پھر ساری عمر اس 'احتیاط' سے زندگی گزاری کہ ناقدروں اور ابوجہلوں کی بستی میں من کی باتیں من میں رکھے یہ کہتے ہوئے دنیا سے رخصت ہو گئے ؎

اس دنیا میں جی لینے کا ہے اک محتاط طریقہ
ہونٹ مقفل کرنا ، من کی باتیں من میں رکھنا

اس کی وجہ آپ کچھ یوں بیان کرتے ہیں: ؎

بے شک یہی زوال کا منحوس وقت ہے
اک حشر کا عذاب کا مخصوص وقت ہے
بیزار جیسے ہو گیا سورج زمین سے
اب آدمی سے غالباً مایوس وقت ہے

دراصل مایوسی اور بیزاری کا یہ عالم آپ کے اندر کے سورج کو بری طرح گہنا چکا تھا۔ منحوس قسم کے زوال کے وقت میں ہر طرف آپ کو اندھیرا ہی اندھیرا دکھائی دینے لگ گیا تھا۔ آپکا ذہن چودہ سو سال پہلے کے کچھ اسی قسم کے اندھیروں اور تاریکی کے دور کی طرف لوٹ گیا اور آپ نے ارادہ کر لیا: ؎

اندھیرے کیسے سورج پالتے ہیں
کبھی غارِ حرا سے پوچھنا ہے

اور پھر جب جان چکے کہ اندھیرے کیسے سورج پالتے ہیں تو پکار اٹھے کہ: ؎

ارض و سما کے رابطے پھر سے بحال ہوں
تجدید کو ہو پھر کوئی مبعوث ، وقت ہے

غارِ حرا میں بننے اور پلنے والے سراجاً منیرا سورج کو وحی کے نور سے روشنی اور چمک عطا ہوئی تھی، ارض و سما کے انہی رابطوں سے کل عالم جگمگا اٹھا تھا۔ کل عالم کے عاقل مل کر بھی زوال کے وقت کو طلوعِ شمس میں نہیں بدل سکتے۔ ٹھیک ہی تو کہا گیا ہے کہ ''عقل اندھی ہے اگر نیّرِ الہام نہ ہو''!۔

لیکن افسوس کہ نصیر شاہ صاحب ایک ایسی بستی کے باسی تھے جہاں صرف وارثان ابوجہل کا بنایا ہوا قانون نافذ ہے۔ ایسا قانون جو اس دور میں آئینی اور قانونی لحاظ سے ارض و سما کے کسی بھی رابطے بحال نہ ہونے کا قائل ہے بلکہ اس قسم کے کسی رابطے کی خواہش کے اظہار کو بھی قابل تعزیر جرم قرار دے چکا ہے۔ اسی طرح سے ''تجدید'' کے لئے کسی کے مبعوث ہونے کے بھی نہ صرف منکر بلکہ نعوذ باللہ غیر قانونی قرار دے چکا ہے۔ پتہ نہیں شاہ صاحب موصوف ابوجہلوں کی اس بستی میں کیسے اس جاہلانہ قانون کی زد میں آنے سے بچ گئے؟۔ شاید ان کے یہ اشعار جاہلوں کے سر کے اوپر سے ہی گزر گئے تھے، وگرنہ وہ خود اچھی طرح سے جانتے تھے کہ ناگفتنی کہہ کر انہوں نے آبیل مجھے مار والی بات کر ڈالی ہے: ؎

تُو ہی فسادِ خلق کا باعث ہوا نصیؔر
ناگفتنی بھی تُو نے ہی اے بد ہنر کہی

گفتنی کو ناگفتنی قرار دینے والے جاہل آئے روز رومؔی، رازؔی، ابن عربؔی اور غزاؔلی وغیرھم کا نام لے لے کر اپنے تئیں ''روحانیت'' کے فلسفے جھاڑتے رہتے ہیں لیکن انہیں پتہ ہی نہیں کہ یہ تمام بزرگ ارض و سما کے رابطوں کے اجرا کے قائل تھے جنہیں یہ جاہل قانونی اور عملی طور پر ممنوع سمجھتے ہی نہیں بلکہ ممنوع قرار دے چکے ہیں۔ ناطقہ سر بہ گریباں ہے اسے کیا کہیئے !۔ گویا ان کا خدا ایسا خدا ہے جو پہلے کبھی بولتا تھا لیکن اب اس نے العیاذ باللہ پاکستانی قانون کے مطابق اپنے بندوں سے کلام کرنا بند کر دیا ہے۔ یہ ہے ان وارثان ابوجہل کا خدا جنہیں مخاطب کر کے عبید اللہ علیؔم نے کیا خوب کہا تھا کہ: ؎

اب کہیں بولتا نہیں ، غیب جو کھولتا نہیں
ایسا اگر کوئی خدا تم نے بنا لیا تو کیا

قارئین کرام! سید نصیر شاہ صاحب کی آواز دراصل اس عہد کی آواز تھی۔ اگر مبالغہ آرائی گناہ نہیں تو مجھے کہنے دیجئے کہ وہ اس عہد کا ضمیر تھے۔ ان کی پکار، ان کی خواہش اس عہد اور اس عہد کی زخمی اور پیاسی روحوں کی فطری آواز اور خواہش تھی۔ یہ وہی آواز تھی جو کبھی اقباؔل کے سینے سے نکلی تھی کہ ''**یہ دور اپنے براہیم کی تلاش میں ہے**'' اور یہ کہ ''**دنیا کو ہے اس مہدیء برحق کی ضرورت، ہو جس کی نگہ زلزلہ عالمِ افکار**''۔ اسی طرح سے یہ وہی آواز تھی جو حاؔلی کے سینے سے ''**اے خاصہ خاصان رسل وقتِ دعا ہے۔ امت پہ تری آ کے عجب وقت**

پڑا ہے“ کی التجا بن کر نکلی تھی۔ نصیر شاہ صاحب بھی خوب جانتے تھے کہ ”وقت ہے وقتِ مسیحانہ کسی اور کا وقت“ چنانچہ مسیح منتظر کو مخاطب کر کے کہتے ہیں:۔

زخموں سے اَٹ گئی ہے جہاں کی فضا اُتر
اے آسماں سوار ، زمیں پر ذرا اُتر
منزل نہیں تو کوئی پڑاؤ ہی آ گیا
خاموش ہو گئی ہے جرس کی صدا ، اُتر
منزل کی سمت پیٹھ تھی ہم دُور تر ہوئے
سب تیز گامیاں رہیں بے فائدہ ، اُتر
رہوار روک آخری بستی زمیں کی ہے
آگے نہیں ہے کوئی کہیں راستہ ، اُتر

اس ”آسماں سوار“ سے زمیں پہ اترنے کی التجائیں کرنے والے سید نصیر شاہ صاحب کو اس بات پہ بھی بہت رنج تھا اور رہ رہ کر یہ خیال ستاتا تھا کہ مسیح ؑ کو آسماں پہ لے جانے اور پھر اسے تاحال وہیں پہ رکھنے کی ضرورت ہی کیا ہے جب کہ زمیں پہ اس کی کمی شدت سے محسوس کی جا رہی ہو ۔انہیں خدشہ تھا کہ ایسا نہ ہو کہ مسیح ؑ جب دوبارہ دنیا میں آئے تو اپنا مشن پورا کرنے سے قبل ہی پھر سے آسمان پہ چڑھا دیا جائے۔ کہتے ہیں:۔

مری کھلی ہوئی ظلمت گریز پلکوں سے
کہیں امیدِ نمودِ سحر نہ لے جانا
متاعِ ارض تھا ، دھرتی پہ لوٹ آیا ہے
کسی کو عرش پہ بارِ دگر نہ لے جانا!

سید نصیر شاہ اپنی زندگی میں جیسے گمنام رہے، جانتے تھے کہ مرنے کے بعد ایک وقت ایسا بھی آئے گا جب ان کے مرقد کا بھی نام ونشان مٹ جائے گا۔ ہاں ابوجہلوں کی اس بستی کا ذکر اس حوالے سے ضرور کیا جاتا رہے گا کہ وہ ایک ایسی بستی تھی جہاں سوچوں پہ قدغن لگا کرتی، جہاں مجرم کو سرمدؔ اور سرمدؔ کو مجرم قرار دے دیا جاتا تھا اور جہاں کسی گلی کی نکڑ کے قریب ، جہاں پیلے گلابوں کی ایک کیاری کے پاس ایک گمنام سے شاعر کی قبر ہوا کرتی تھی:۔

اس گلی میں ہی ادھر دائیں طرف نکڑ پر
ایک گھر تھا میری سوچوں کی جو سرحد تھا
وہ ادھر پیلے گلابوں کی کیاری ہے جہاں
اک گمنام سے شاعر کا وہاں مرقد تھا
ہائے وہ شہر کہ سوچوں پہ جہاں قدغن تھی
ہائے وہ عہد کہ مجرم بھی وہاں سرمدؔ تھا

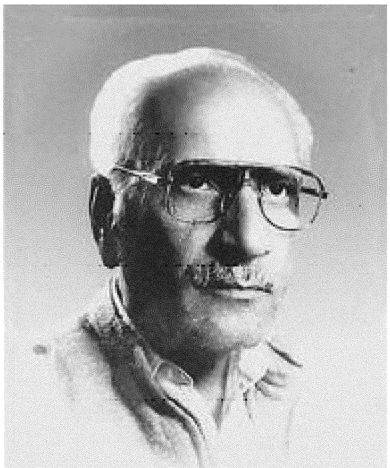

مشہور شاعر، مفکر اور دانشور سیّد نصیر شاہ صاحب

مگر ایک بات تو طے ہے اور وہ یہ کہ نصیر شاہ صاحب اچھی طرح جانتے تھے کہ ابوجہلوں کی بستی میں رہ کر بھی ان کی آنکھوں اور ان کے خوابوں میں دھڑکنے والا ایک خاکہ ایسا تھا جو ابوجہلوں کی بستی کا نہیں، خیر کی بستی کا خاکہ تھا۔ اگر آج کوئی اندھا حاکم شہر بھر کی آنکھیں نوچتا پھرتا ہے تو کیا ہوا:۔

میرے خوابوں میں جو دھڑکتا تھا
خیر کی بستیوں کا خاکہ تھا
نوچتا کیوں نہ شہر کی آنکھیں
حاکمِ شہر خود جو اندھا تھا
کرسیِ عدل پر کھڑے ہو کر
سر وہ کاٹا جو اس سے اونچا تھا

آپ کی کئی کتابیں اور شعری مجموعے شائع ہو چکے ہیں۔ ان میں سے ایک ”دعائے صبح کتاب“ انٹرنیٹ پہ بھی دستیاب ہے۔ آپ ایک قادر الکلام کہنہ مشق شاعر تھے۔ نت نئی تراکیب اور ڈھلے ڈھلائے اشعار میں مشکل ترین قسم کی باتیں سہل ممتنع میں کہہ ڈالنے کا فن بخوبی جانتے تھے۔ آپ ہی تھے جو چلتی پھرتی لاشوں کے ماتھوں پہ کندہ کتبے پڑھ لیتے۔ آپ ہی تھے جو مستقبل میں جھانک کر ان چلتی پھرتی لاشوں کو اپنی اپنی قبروں کے بچے ہوئے باقی ماندہ پتھر آپ کے مرقد پہ رکھنے کے لئے آتے ہوئے دیکھ لیتے تھے۔ آپ ایک طرف گل وسترن، شراب اور شباب کے قصے سناتے نظر آتے ہیں تو دوسری طرف تپتی ریت پر اپنی جلد بچھا کر اور سورج کا خیمہ تان کر اس کے اندر تنہا آرام کرتے بھی دکھائی دیتے ہیں!۔

حق مغفرت کرے عجب آزاد مرد تھا۔

اعلان برائے اشتہارات

کاروبار کی ترقی کے لیے اشتہارات کی اشاعت عصر حاضر میں کاروباری حضرات کی اہم ضرورت ہے۔ادارہ پیشوا نہایت کم قیمت پر اس ضرورت کو پورا کرنے کے لیے حاضر ہے۔

قیمت اشتہارات

A.4 ۔فل سائز۔کلر۔ 150£	بلیک اینڈ وائٹ 80£
A.4۔ہاف پیج۔کلر۔ 80£	بلیک اینڈ وائٹ 40£
A.4۔کوارٹر پیج۔کلر۔ 50£	بلیک اینڈ وائٹ 30£

پیشوا میں اشتہارات شائع کروانے کے لئے درج ذیل فون نمبر پر رابطہ فرمائیں

رانا عبدالصمد خاں **07792998973**

AZED&CO

Incorporated Precticing Accountants

Rizwan Azed

B.COM,MBA,AIIA,FSPA

سیلف ایمپلائیڈ، سول ٹریڈر، لمیٹڈ کمپنی اکاؤنٹس، پی سی او ڈرائیور اکاؤنٹس، سیلف ایسیسمنٹ۔ ٹیکس ریٹرن، لمیٹڈ کمپنی فارمیشن۔ بک کیپنگ، بجٹ۔ بزنس پلان، بزنس سٹارٹ اپ۔

392 London Road Tel.020 8646 6777

Mitcham Surrey Fax.020 8646 9416

London .CR4 4EA Mob.0786 788 6952

E.Mail. azed@azed.fsbusiness.co.uk

آیات قرانیہ اور احادیث نبویہ ﷺ کا احترام نہایت ضروری ہے

عمران خان صاحب اسلامی جمہوریہ پاکستان کو انتشار سے بچائیں!

تحریر: میر افسر امان۔ کنو ینز کالمسٹ کونسل آف پاکستان۔ اسلام آباد

مسیحی خاتون آسیہ بی بی کی قید سے رہائی کے سپریم کورٹ کے فیصلہ کے خلاف ملک میں دینی جماعتوں نے عوام کی ترجمانی کرتے ہوئے بھرپور ملک گیر احتجاج کیا تھا۔حکومت نے دانشمندی سے دینی جماعتوں سے مذاکرات اور معاہدہ کر کے ملک میں امن و امان بحال کر دیا۔ملک کے بہی خواہوں نے سکھ کا سانس لیا۔ احتجاج کے دوران ملک میں احتجاج کی آڑ میں کچھ شرپسندوں نے توڑ پھوڑ کی۔ جس سے پاکستان کے عوام اور ملکی املاک کو نقصان پہنچا۔ جو کسی طور پر بھی برداشت نہیں کیا جا سکتا۔اس پر دینی حلقوں نے بھی ناپسندیدگی اظہار کیا۔سپریم کورٹ نے نقصانات کا جائزہ لے کر حکومت کو عوام کے نقصانات کی تلافی کا بھی حکم جاری کیا۔حسب معمول اس سال بھی ملک میں ربیع اول کے مہینے میں سیرتؐ کے پروگرام ساری دینی جماعتیں پرامن طریقے سے کر رہی ہیں۔تحریک لبیک سے معاہدہ پر عمل درآمد میں اختلافات کے وجہ سے جماعت نے ۲۵؍تاریخ کو پھر سے احتجاج کی کال دے دی تھی۔ پہلے کے احتجاج کے مزاج کو سامنے رکھتے ہوئے اور ملک میں امن امان کی خاطر اس جماعت کے سربراہ کو حکومت نے حفاظتی تحویل میں لے لیا گیا۔اُسی دن سے ملک بھر میں دینی جماعت کے کارکنوں کی بھی پکڑ دھکڑ شروع ہوئی ہے۔بے شک جدید جمہوری حکومتوں میں عوام کو پرامن طریقے سے اظہار رائے کی آزادی کی ضمانت دے ہوئی ہے۔ ہمارے آئین میں بھی اس اظہار رائے کی آزادی ہے۔مگر اس حق کو استعمال کرتے ہوئے عوام اور ان کے نمایندوں کو اس بات کا خیال بھی رکھنا چاہیے کہ ان کا احتجاج پرامن ہو۔عوام اور ملکی املاک کو نقصان نہ پہنچے۔اس کے ساتھ ساتھ یہ کسی کو بھی آزادی نہیں ہے کہ زبردستی راستے بلاک کر کے یا ملک میں افراتفری پھیلا کر ملک کے نظام کو مفلوج کر دے۔

موجودہ حکومت جب سے اقتدار میں آئی ہے بے سکونی کی کیفیت ہے۔وزیر اعظم صاحب نے چند دن پہلے بین الاقوامی سیرت کانفرنس میں اپنے کلیدی خطاب میں ملک کے مذہبی اسکالر سے درخواست کی تھی کہ ملک کے عوام کی تربیت کریں کہ کسی بھی معاملہ پر احتجاج کریں تو اسے پرامن طور پر کیا جائے۔غیر ممالک جب دیکھتے ہیں کہ احتجاج کے دوران پاکستان کے لوگ آپے سے باہر ہو جاتے ہیں۔توڑ پھوڑ کرتے ہیں جو چیز سامنے آتی ہے اسے نقصان پہنچاتے ہیں۔ پھر غیر ممالک پروپیگنڈہ کرتے ہیں کہ مسلمان انتہا پسند اور متشدد ہیں۔ان میں برداشت نہیں۔اس سے ملک کے امیج کو نقصان پہنچتا ہے۔

صاحبو! پاکستان کو دشمنوں نے چاروں طرف سے گھیرے میں لیا ہوا ہے۔ بھارت نے پاکستان کے خلاف جنگ کی سی کیفیت پیدا کی ہوئی ہے۔ بھارت پاکستان کو اشتعال دلانے کے لیے کشمیر کی باڈر پر بلا جواز فائرنگ کر کے بے گناہ سرحدی مسلمانوں کو شہید کرتا رہتا ہے۔کشمیر کنٹرول لائن کی بھارتی سائڈ پر مسلمان آبادی کا خیال کرتے ہوئے ہماری فورسز بھارتی بنکرز پر فائرنگ کر کے اپنے شہیدوں کا بدلہ لیتے ہیں اور بھارتی فوجیوں کو جہنم رسید کرتے رہتے ہیں۔ بھارت سفارتی محاذ پر چانکیہ پالیسیوں پر عمل پیرا ہو کر پاکستان سے ازلی دشمنی نباتے ہوئے ہمارے پڑوسی مسلمان ملکوں کو ہمارے خلاف کر لیا ہے۔ بھارت ہمارے ملک میں اعلانیہ دہشت گردی کر رہا ہے۔کراچی میں چین کے قونصل خانہ پر دہشت گرد خودکش حملہ اسی کی پلاننگ سے ہوا۔بلوچستان کے باغی بلوچوں کو بھارت میں پناہ دی ہوئی ہے۔آئے دن افغانستان سے بھارت کی شہ پر پاکستان کے اندر دہشگردانہ کاروائیاں ہوتی رہی ہیں۔ابھی کچھ ہی دن پہلے فاٹا میں دہشت گردی ہوئی ہے۔ ہمارے ایک پولیس آفیسر کو اسلام آباد سے اغواء کر کے افغانستان پہنچایا گیا اور وہاں اس کو قتل کر دیا گیا۔ بین الاقوامی اصولوں کی سرے عام خلاف وردی کرتے ہوئے لاش حکومت پاکستان کے نمایندوں کے حوالے

کرنے کے بجائے علیحدگی پسند، قوم پرست تنظیم کے کارکنوں کے حوالے کی گئی۔ یہ قوم پرست تنظیم بھارت کی شہ پر پاکستان میں نام نہاد حقوق کی تحریک جاری کیے ہوئے ہے۔ بھارت میں اس کی اپنی غلط پالیسوں کی وجہ سے کوئی دہشت گردی کا واقع ہو جاتا ہے تو اسے بغیر تحقیق کے فوراً پاکستان کے سر دھوپ دیتا ہے۔ ممبئ حملے کے متعلق بھی دنیا میں کئی کتابیں شائع ہو چکی ہیں کہ بھارت کی خود ترتیب دی ہوئی دہشت گردی تھی۔ مگر بھارت نے اسے پاکستان کے خلاف گھیرا تنگ کرتے ہوئے اسے پاکستان کے سر تھوپ دیا۔ ابھی کل ہی اخبارات نے خبریں شائع کی ہیں کہ اجمل قصاب بھارت کا شہری ہے۔ بھارت اسے رہا کہ یہ دو دہشت گرد پاکستان سے بھارت میں داخل ہو چکے ہیں۔ بھارتی عوام ہوشیار ہو جائیں۔ بھارتی میڈیا نے بھی اسے خوب اُچھالا۔ جبکہ یہ دونوں طالب علم پاکستان کے شہر فیصل آباد میں موجود ہیں۔ مدرسہ کے مہتمم نے پریس کانفرنس میں ان کو بیٹھا کر دنیا کے سامنے پیش کر دیا۔ دراصل یہ کراچی میں چین کے کونصل خانے پر بھارتی دہشت گردی سے دنیا کی نظریں ہٹانے کی بھونڈی کوشش ہے۔

ان حالات میں پاکستان میں مکمل امن کی ضرورت ہے۔ حکومت اور احتجاج کرنے والے صاحبان حوش کے ناخن لیں۔ ملک کی دینی سیاسی پارٹیوں کو آسیہ معلونہ کی رہائی کو بھی ملک کے مفاد کو سامنے رکھتے ہوئے افہام و تفہم سے حل کرنے کی کوشش کرنی چاہیے۔ ملک میں لا اینڈ آڈر کا مسئلہ نہ بننا چاہیے۔ اس میں کوئی شک نہیں مسیحی خاتون آسیہ بی بی کا مسئلہ، پاکستان بلکہ دنیا کے مسلمانوں کے دین و ایمان کا حساس معاملہ ہے۔ مغرب ایک سازش کے تحت اسے پاکستان کے خلاف استعمال کر رہا ہے۔ اس لیے حکومت کو احتیاط برتنی چاہیے۔ وزیر اعظم عمران خان کو چاہیے کہ اپنے وزیروں کو بھی کنٹرول میں رکھے۔ ان کے وزیروں کے اشتعال انگیز بیانات جب میڈیا میں آتے ہیں تو ہر پاکستانی سوچتا ہے کہ یہ بیانات ملک میں امن و امان خراب کرنے کے موجب بنتے ہیں۔ عمران خاں کو چاہیے کہ وہ وزیروں کو اشعال انگیز بیانات دینے سے روکے۔ پاکستانی عوام اپنی سپریم کورٹ کی کارکردگی سے بہت خوش تھے۔ مگر مسیحی خاتون آسیہ بی بی کی رہائی کے فیصلہ سے عوام سپریم کورٹ کے بھی خلاف ہو گئے ہیں۔ اس نازک موقعہ پر دونوں طرف سے صبر و تحمل کے مظاہرے ضرورت ہے۔ دینی پارٹیوں کو چاہیے کہ وہ قانون کو اپنے ہاتھ میں نہ لیں۔ عوام کو پر امن رہنے کی تلقین کریں۔ سپریم کورٹ کو لارجر بینچ کے بجائے فل کورٹ یعنی سپریم کورٹ کے سترہ کے سترہ جج صاحبان پر مشتمل بینچ بنا کر درج شدہ ریویو اپیل کو سننا چاہیے۔ ملک کی دینی سکالر اور ساری دینی پارٹیوں کے سربراہوں یا ان کے نمائندوں کو عدالت کی معاونت کے لیے طلب کرنا چاہیے۔ عوام کو چاہیے کہ اس بڑی عدالت سے جو بھی فیصلہ آیا اس کو من و عن تسلیم کریں۔ اس میں ہی ملک کی بہتری ہے۔ حکومت پر یہ ذمہ داری ہے کہ ملک کے وسیع تر مفاد میں آگے بڑھ کر اپنا فرض ادا کرے۔ عمران خان وزیر عظم صاحب کو چاہیے کہ وہ اپنے اختیار استعمال کر کے اسلامی جمہوریہ پاکستان کو انتشار سے بچائیں۔ اللہ مثل مدینہ مملکت اسلامی جمہوریہ پاکستان کی حفاظت فرمائے۔ آمین۔

مسیحی خاتون آسیہ بی بی

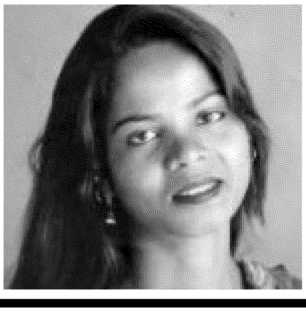

چیف جسٹس ثاقب نثار

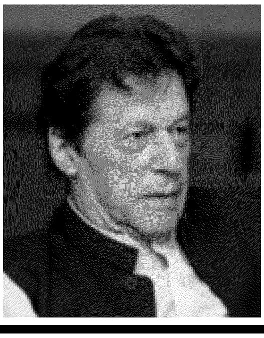

وزیر اعظم پاکستان عمران خان

مضمون نگار حضرات کے افکار و خیالات سے ادارہ پیشوا کا اتفاق ضروری نہیں ہے

برصغیر پاک وہند (مسلمان ریاستوں میں اقلیتوں کی حالت زار)(قسط 6)

تحریر: رانا محمد حسن خاں

گزشتہ شمارہ میں چند ایسی تحریکات کا ذکر کیا گیا تھا جو اسلام کی خدمت اور انگریزوں کے خلاف برپا کی گئی تھیں۔ ان تحریکات میں سے ایک تحریک دیوبند نے ہندو پاکستان میں ایسے نشان چھوڑے ہیں جن کے اثرات ونتائج آج تک برآمد ہو رہے ہیں۔ اسی تحریک نے انگریزوں کے خلاف مسلح جہاد کیا تھا، جب انگریزوں نے ان سے سختی شروع کی تو ان کے جہادی مولویوں نے جہاد سے انکار کر کے جان بچائی تھی۔ دیوبندیوں نے جہاد کیوں کیا تھا؟ یہ بڑا اہم سوال ہے۔ اس سوال کا جواب مولانا حسین احمد مدنی نے دیا ہے۔ مولانا اپنی خودنوشت نقش حیات میں انگریزوں کے متعلق لکھتے ہیں:

''ہندوستان کی آزادی اور عزت اور شوکت تمام دنیا میں مثل دیگر آزاد اقوام ہمیشہ سے تسلیم کی جاتی تھی۔ چونکہ یہاں کے علوم ہندسہ، حکمت و فلسفہ، حساب وغیرہ نے بے مثل ترقی کی تھی جس سے دوسرے ممالک ایشیا و افریقہ وغیرہ بھی فیض یاب ہوتے تھے۔ ۔ مسلمان بادشاہوں نے یہاں کے صنائع اور تجارت اور اخلاق وعلوم میں چار چاند لگا دیے تھے اور دور دور سے نامور اساتذہ کو بلا کر بھاری بھاری تنخواہیں دے کر ان کے صنائع اور کمالات ملک میں پھیلا دیے تھے۔۔۔ فرقہ واریت کا نام نہ تھا۔ تمام ہندوستانی دنیا میں ایک قوم شمار کیے جاتے تھے۔''

مولانا حسین مدنی صاحب ہندوستانی بادشاہوں کی خوبیاں اور کام گنوانے کے بعد انگریزوں کی آمد کے بعد پیدا ہونے والی برائیوں کا ذکر کرتے ہوئے لکھتے ہیں:۔

''جب سے انگریزی راج شروع ہوا اسی وقت سے ہندوستانیوں کی قومی توہین اور تذلیل اور وطنی امتیاز اور رنگت اور یورپین اور دیسی کا ذلیل کرنے والا تفرقہ شروع ہوا۔''

مولانا نے یہ بھی لکھا ہے کہ:۔

یورپین تجارت اور دستکاری کو ٹھونس دیا گیا۔ جس سے جو ہندوستانی تجارت اور دستکاری سے بسر اوقات کرتے تھے وہ فاقوں میں مبتلا ہو گئے۔۔ زمین کے لگان اور مال گزاری میں اس قدر اضافہ کر دیا کہ کاشت کار آبادی تباہ و برباد ہوگئی۔

مولانا حسین احمد مدنی صاحب ہندوستانی باشندوں کی اخلاقی گراوٹ کا انگریزوں کو ذمہ دار قرار دیتے ہوئے لکھتے ہیں:۔

''ہندوستان قدیم زمانہ سے روحانی پیشواؤں کا مرکز رہا ہے اور انہیں کا اثر تھا کہ انگریزی عروج تک یہاں کے عام باشندے اعلیٰ ترین کریکٹر اور اخلاق کے عادی تھے۔۔۔ اس زمانہ میں عام طور پر ہندوستانیوں میں مہمان نوازی، انسانی ہمدردی، غرباء اور مصیبت زدوں پر شفقت اور رحم، عہد و پیمان کا تحفظ اور پابندی، خدا ترسی اور سچائی، امانت داری اور سخاوت وفاداری اور صداقت،، دیانت داری اور عدالت، بلند حوصلگی اور شرافت، بیدار مغزی جفاکشی، چستی اور بیداری، شجاعت اور مردانگی وغیرہ اوصاف جمیلہ بڑے پیمانے پر پائے جاتے تھے۔ سچ بولنا تو اس قدر ضروری سمجھا جاتا تھا کہ جرائم پیشہ اشخاص بھی اس کے بہت زیادہ پابند ہوتے تھے۔۔۔ خلاصہ یہ کہ ایسے بدکردار انگریزوں کے اقتدار اور ان کے گوشہ گوشہ ملک میں پھیل جانے اور آزادانہ طور پر ایسی بداعمالیاں کرنے سے ملک کی ثروت اور دولت تو برباد ہوئی ہی تھی، ان لوگوں کے اخلاق اور اعمال بھی بگڑ گئے۔''

تعلیم کے متعلق مولانا لکھتے ہیں کہ ''انگریزوں نے ہندوستانیوں کو جاہل بنا دیا۔ زمانہ سابق میں ہندوستان میں ابتدائی تعلیم سے اعلیٰ تعلیم تک اس کا انتظام بغیر کسی فیس اور معاوضے کے کیا جاتا تھا۔۔۔۔ نصاب میں وہ کتابیں سائنس اور طبعیات کی داخل کی گئیں جن کی خیالی اور موہوم مگر مزین باتیں نوعمر بچوں کو مذہب اور عقائد دینیہ سے یک قلم منحرف کر کے لا مذہب اور بے دین بنا دیں۔''

مولانا نے یہ بھی لکھا ہے کہ ہندوستان کو سونے کی چڑیا کہا جاتا تھا، انگریزوں نے ہندوستان کی دولت کو انگلینڈ بھیج کر ہندوستانیوں کو غریب

کر دیا تھا۔

مولانا نے کچھ اس طرح کا نقشہ کھینچا ہے جیسے انگریزوں کی آمد سے پہلے ہندوستان جنت نظیر ملک تھا جہاں دولت اور علمیت کے دریا بہتے تھے اور مسلمان سلطان نیکی اور شرافت کا مجسمہ تھے۔فرقہ واریت اور مذہبی جنونیت کا نام نشان نہ تھا۔انصاف کا دورہ دورہ تھا۔مولانا کی خوش فہمی کے جواب میں ہمیں کسی ہندو یا سکھ کے متعلق اور ان کے خیالات بیان کرنے کی چنداں حاجت نہیں۔مگر چونکہ کہا جاتا ہے کہ مسلمان حکمرانوں نے ہندوستان کو انگریزوں کے حوالے کیا تھا اس لیے مسلمانوں اور مسلمان بادشاہوں کا ہی ذکر کیا جائے گا۔

بلاشک وشبہ اکبر اعظم کا پچاس سالہ دور حکومت مثالی تھا۔گو اکبر اعظم کو علماء نے گمراہ کرنے کی پوری کوشش کی تھی اور وہ بھی کسی حد تک گمراہی کی دلدل میں کچھ دیر دھنسا رہا مگر جب ایک ہندو کے ایک مسجد کی اینٹیں اٹھانے کی پاداش میں علماء کے ہاتھوں مار دیے جانے کا واقع پیش آیا تو اکبر اعظم کے صبر کا پیمانہ لبریز ہو گیا تو اس نے بڑے بڑے علماء کو مروا دیا یا جلاوطن کر دیا اور فیضی جیسے دانشوروں پر مشتمل نورتن نامی مشیران کی ٹیم تشکیل دی۔اور چین وراحت سے نا صرف حکمرانی کی بلکہ رعایا کے دلوں پر راج کیا۔اکبر اعظم کی وفات کے بعد اس کا بیٹا نور الدین محمد سلیم تخت نشین ہوا اس کا اور اسکے بعد آنے والے بادشاہ شاہ جہاں کا دور بھی بہتر دور ثابت ہوا۔اونگ زیب عالمگیر کا دور بھی مثالی تو نہ تھا مگر بہت بہتر تھا۔اورنگ زیب ہی کے زمانے میں فتاویٰ عالمگیری مرتب کی گئی۔پہلی بار اس میں شیعوں کو کافر کہا گیا۔اس کتاب میں باب حیلہ بھی شامل کیا گیا ہے۔اسی بادشاہ پر یہ الزام بھی لگایا کہ اس کے حکم پر ہزاروں سکھوں کا زبردستی ختنہ کیا گیا اور ان سکھوں کے ایک گرو کو قتل کیا گیا۔اورنگ زیب عالمگیر ہی وہ بادشاہ ہے جس نے انگریزوں کو ہندوستان میں تجارت کی نا صرف اجازت دی بلکہ مکمل تحفظ بھی فراہم کیا۔بلاشک وشبہ کہا جا سکتا ہے کہ مغلیہ سلطنت کے زوال کی پہلی اینٹ اورنگزیب عالمگیر کے دور حکومت میں رکھ دی گئی تھی۔محمد شاہ رنگیلا تک بہت کم وقت کے لیے مغل سلطنت کے چھ بادشاہ ہوئے۔محمد شاہ رنگیلا نے اٹھائیس برس تک حکومت کی۔یہ حد درجہ نالائق اور عیاش بادشاہ ثابت ہوا۔اسی بادشاہ کے دور میں نادر شاہ نے ہندوستان پر حملہ کر کے لاکھوں لوگوں کو ہلاک کر کے بیشمار دولت سمیٹی تھی۔ایک لاکھ مغلیہ فوج نادر شاہ کی ۵۵ ہزار فوجیوں پر مشتمل فوج کا مقابلہ کرنے میں مکمل طور پر ناکام رہی تھی۔نادر شاہ،محمد شاہ کو گرفتار کر کے دہلی آیا اور تمام خزانوں کا مالک بن بیٹھا۔

محمد شاہ رنگیلا کے کردار وافعال کا پردہ چاک کرتے ہوئے ستار چودھری اپنی کتاب رنگیلا خاندان میں لکھتے ہیں:۔

''محمد شاہ رنگیلا دن رات شراب کے نشے میں دھت رہتا تھا،رقص و سرور اور فحاشی وعریانی کا دلدادہ تھا۔وہ دربار میں اکثر ننگا آ جایا کرتا تھا اور درباری بھی اس کی فرمانبرداری اور اطاعت گزاری میں کپڑے اتار دیتے۔بعض اوقات جوش اقتدار میں دربار میں سر عام پیشاب کر دیتا اور تمام معزز امراء دہلی کے شرفاء اور اس وقت کے علماء اور فضلاء واہ واہ کہہ کر بادشاہ سلامت کی تعریف کرتے۔وہ بیٹھے بیٹھے حکم دیتا کل تمام درباری زنانہ کپڑے پہن کر آئیں اور فلاں فلاں وزیر گھنگرو باندھیں گے۔وزراء اور درباریوں کے پاس انکار کی گنجائش نہ ہوتی۔وہ اعلان کر دیتا کہ جیل میں بند تمام مجرموں کو آزاد کر دیا جائے اور اتنی ہی تعداد کے برابر مزید لوگ جیل میں ڈال دیے جائیں۔بادشاہ کے حکم پر سپاہی شہروں میں نکلتے اور انہیں راستے میں جو بھی شخص ملتا وہ اسے پکڑ کر جیل میں پھینک دیتے۔وطوائفوں کے ساتھ دربار میں آتا اور ان کی ٹانگوں،بازوؤں اور پیٹ پر لیٹ کر کاروبار سلطنت چلاتا۔قاضی شہر کو شراب سے وضو کرنے پر مجبور کرتا۔اس کا حکم تھا کہ ہندوستان کی ہر خوبصورت عورت بادشاہ کی امانت ہے اور جس نے اس امانت میں خیانت کی اس کی گردن ماردی جائے گی۔اس نے اپنے دور میں اپنے عزیز ترین گھوڑے کو وزیر مملکت کا سٹیٹ دے رکھا تھا اور یہ گھوڑا شاہی خلعت پہن کر وزراء کے ساتھ بیٹھتا تھا۔محمد شاہ رنگیلا کی موت کثرت شراب نوشی کے باعث ہوئی تھی۔اس کی تاریخ وفات ۲۶ اپریل ۱۷۴۸ء ہے۔''

مغل بادشاہ شاہ جہاں ثالث کے دور میں مغلیہ سلطنت کا سورج عملاً ڈوب گیا تھا۔شاہ جہاں ثالث بادشاہ تو تھا مگر تمام اختیارات

وزیراعظم عماد الملک اور مرہٹوں کے پاس تھے۔ شاہ عالم ثانی جس نے تقریباً ۴۷ برس تک بے اختیار حکمرانی کی تھی، اس کی سلطنت کا حدود اربعہ دہلی تک محدود تھا۔ باقی تمام ہندوستان یا تو انگریزوں کے قبضہ میں چلا گیا تھا اور یا آزاد ریاستوں میں تبدیل ہو چکا تھا۔ شاہ عالم کے دور میں یہ مقولہ مشہور تھا کہ ''حکومت شاہ عالم، دلی تا پالم''۔

بہادر شاہ ظفر مغل سلطنت کا آخری بادشاہ تھا، انگریزوں نے بغاوت کے جرم میں اس پر مقدمہ چلایا اسے باغیوں کا ساتھ دینے پر جلاوطن کر دیا اور رنگون بھیجنے سے پہلے اس کے چاروں بیٹوں کے سر کاٹ کر ایک تھال میں رکھ کر اس کے سامنے رکھے تھے۔

سلطان ٹیپو اور سراج الدولہ جنہیں مسلمان ان کی بعض خوبیوں کی وجہ سے ہیرو کہتے ہیں۔ متذکرہ دونوں سلطان اپنی رعایا اور افواج کی نظر میں نہایت ناپسندیدہ تھے۔ یہی وجہ ہے کہ دونوں کو غداروں اور رعایا نے ان کا ساتھ نہ دے کر مروا دیا۔ یہ یاد رکھنا چاہیے کہ نااہل بادشاہوں کی شکست کو ہمیشہ رعایا کی غداری سے منسوب کر دیا جاتا ہے۔ مگر حقیقت یہی ہے کہ نااہل بادشاہ کے ظلموں سے عاجز عوام کو اس وقت تماشا دیکھنے کا لطف آتا ہے جب نااہل بادشاہ مصیبت میں ہوتا ہے۔ ایسے برے وقت میں عوام بادشاہ کا ساتھ نہ دے کر تمام بدلے چکا دیتی ہے۔ اور ایسا ہی مغلوں اور دوسرے بادشاہوں کے ساتھ ہوا۔

مولانا حسین احمد مدنی صاحب جن بادشاہوں کے گن گا رہے ہیں، ان کی حقیقت نہایت مختصر مندرجہ بالا سطور میں بیان کر دی گئی ہے۔ اگر مغل بادشاہوں کی کرتوتیں تفصیل سے دیکھنا ہوں تو وہ MUGHAL INDIA دیکھ لیں۔

آیئے اب مسلمان حکمرانوں کا مرثیہ پڑھنے کے بعد دیکھتے ہیں، انگریزوں کی آمد سے پہلے مسلمانوں کی مذہبی اور اخلاقی حالت کیا تھی۔ اس ضمن میں حضرت مرزا مظہر جان جاناںؒ (وفات ۱۷۸۱ء) فرماتے ہیں:۔

''ہر چہار طرف کفرستان است'' چاروں طرف کفرستان بن گیا ہے۔''

اِن ایام میں رزق حلال نایاب ہے اور جہالت کا دور دورہ ہے۔ اکثر کی اولاد علم و ادب سے بے بہرہ ہے۔ نکاح میں بدعات کے رواج سے بہت خلل پیدا ہو گیا ہے۔ معاملات تباہ ہو گئے اور شریعت کے مطابق عمل موقوف ہو گیا ہے۔ (مقامات مظہری از شاہ غلام حسین ترجمہ اردو محمد اقبال مجددی صفحہ ۱۰۴ اشائع کردہ اردو سائنس بورڈ ناشر محمد اکرام چغتائی طبع اول ۲۰۰۱ء)

حضرت مرزا مظہر جان جاناںؒ سے بھی پہلے حضرت شاہ ولی اللہؒ (۱۷۰۳ء تا ۱۷۶۲ء) مسلمانوں سے خطاب کرتے ہوئے فرما چکے تھے:۔

''تمہارے اخلاق سو چکے ہیں، تم پر بے جا حرص و آز کا ہوکھا سوار ہے، عورتیں مردوں کے سر چڑھ گئی ہیں، حرام کو تم نے اپنے لیے خوشگوار بنا لیا ہے، حلال تمہارے لیے بے مزہ ہے۔۔۔ چاہیے کہ تم اپنی شہوانی خواہشوں کو نکاح کے ذریعہ پوری کرو، خواہ تمہیں ایک سے زیادہ نکاح کیوں نہ کرنے پڑیں، اس قدر خرچ کرو جس کی تم میں سکت ہو، تم نے نمازیں برباد کیں، تم نے زکوٰۃ کو بھی چھوڑ دیا ہے، تم میں بعض نے روزے چھوڑ رکھے ہیں، خصوصاً فوجی ملازم۔''

(تفہیمات الٰہیہ و مقامات مظہری صفحہ ۱۰۲ از شاہ غلام حسین)

اور حضرت شاہ ولی اللہؒ علماء کو مخاطب کرتے ہوئے فرماتے ہیں:۔

''اے بدعقلو! جنہوں نے اپنا نام ''علماء'' رکھ چھوڑا ہے، تم یونانیوں کے علوم میں ڈوبے ہوئے ہو اور صرف و نحو و معنی میں غرق ہو اور سمجھتے ہو کہ یہی علم ہے، علم تو قرآن کی آیات میں ہے یا سُنّت ثابتہ قائمہ ہے۔ لیکن تم جن چیزوں میں اُلجھے ہوئے ہو اور جس میں سَر کھپا رہے ہو اس کو آخرت کے علم سے کیا واسطہ؟ تم نے دینی شعار اور اُس کے احکام کو تو پھیلایا نہیں۔

اِس زمانہ میں فقیہ اُس شخص کا نام ہے جو باتونی ہو زور زور سے ایک جبڑے کو دوسرے جبڑے پر پٹکتا ہو۔ جو فقہا کے اقوال قوی ہوں یا ضعیف سب کو یاد کر کے بغیر اِس امتیاز کے کہ ان میں سے کسی میں قوّت ہے، کسی میں نہیں ہے وہ انہیں اپنے جبڑوں کے زور سے چلتا کرتا ہے، فقہا جو پہلے عوام کے مطلوب تھے اب یہی عوام کے طالب ہو گئے ہیں اور سلاطین اور بادشاؤں سے الگ رہنے کی وجہ سے جو معزز شمار کیے جاتے تھے اب بادشاہوں کے آستانوں پر جُھک کر ذلیل اور خوار ہو رہے ہیں۔'' (الفوز الکبیر، تاریخ مشائخ چشت صفحہ ۲۵۴)

نواب صدیق حسن خاں صاحب (۱۸۲۳ء تا ۱۸۹۰ء) فرماتے ہیں:۔

''اب اسلام کا صرف نام، قرآن کا فقط نقش باقی رہ گیا ہے۔ مسجدیں ظاہر میں تو آباد ہیں لیکن ہدایت سے بالکل ویران ہیں۔ علماء اِس اُمّت کے بدتر اُن کے ہیں جو نیچے آسمان کے ہیں۔ انہیں سے فتنے نکلتے ہیں، انہیں کے اندر پھر کر جاتے ہیں۔'' (اقتراب الساعۃ صفحہ ۱۲)

مرزا مظہر جان جاناں کے خلیفہ قاضی ثناء اللہ پانی پتی لکھتے ہیں:۔

''ہندوستان میں اسلام ضعیف ہو چکا ہے، کفر کے ظہور اور مغلوبی اسلام کا دور دورہ ہے۔ بادشاہوں میں جہاد اور اعلاء کلمہ حکمۃ اللہ کی سکت نہیں رہی۔''

شاہ غلام حسین (خلیفہ اول وفات ۱۸۲۶ء) فرماتے ہیں:۔

''جن دنوں چیچک کی وبا پھیلتی تھی تو مسلمانوں کے گھروں میں طرح طرح کے ٹونے ٹوٹکے عمل میں آتے تھے، اِس موقع پر بالعموم سیتا دیوی کی پوجا ہوتی تھی۔ اُن ایام میں نہ صرف دہلی بلکہ سارے ہندوستان میں جادوگر، شعبدہ باز موجود تھے۔ میر شمس، تقی بھگتیہ اور نمود اور انمود جیسے جادوگر موجود تھے۔ انہوں نے اپنی شعبدہ بازی کے ذریعے اتنی شہرت حاصل کر لی تھی کہ بادشاہ تک اُن کے معتقد ہو گئے تھے، عورتوں میں اُن کا اثر بہت بڑھ گیا تھا۔''

شاہ غلام حسین مزید فرماتے ہیں:۔

''مرقع دہلی کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ اس دور میں مزارات عیاشی کا اڈہ بن گئے تھے۔ بسنت کے روز عوام وخواص قدم حضرت رسالت پناہ (دہلی) کے مقام پر جمع ہوتے تھے، قوالی، مُجرا اور پری پیکر نازنین بھی شامل ہوتی تھیں، یہاں سے فارغ ہو کر لوگ مع ساز و سامان راگ ورنگ، دیگر مزارات پر جاتے تھے۔ دہلی کے تقریباً ہر عُرس پر موسیقار بکثرت جاتے تھے۔ حضرت مظہرؒ نے اس دور کی عورتوں کی جہالت اور مذہب سے بیگانگی کا ذکر بھی کیا ہے وہ بزرگوں کے نام پر روزے بھی رکھتی تھیں۔ جہلا اولیاء کے مزارات پر حج کے ارادہ سے جاتے تھے۔ اور اُنہوں نے اُن کی قبروں کو سجدہ گاہ بنا لیا تھا۔ اسی وجہ سے چودھویں صدی کے فقیہ احمد رضا خان کو عورتوں کے عُرسوں میں شمولیت اور مزارات پر جانے کے عمل کو غیر شرعی قرار دینا پڑا۔''

(مقامات مظہری صفحہ ۱۰۸)

اس زمانہ کے ایک مشہور مولوی طاہر القادری جنہیں شیخ الاسلام بھی کہا جاتا ہے، کہتے ہیں کہ گزشتہ اڑھائی صدی سے مسلمانوں کا بگاڑ جزوی نہیں رہا۔ سیاسی، اقتصادی اور معاشرتی اقدار میں جو زوال آیا ہے اُس نے اخلاقی، رُوحانی، مذہبی، فکری، تعلیمی اور ہر طرح کی اقدار کو ملیا میٹ کر دیا ہے۔ اب دو صدیوں سے پیدا ہونے والا بگاڑ جزوی نہیں رہا۔ یہ کلّی بگاڑ ہے۔ ایسے بگاڑ کا ازالہ کلّی اور ہمہ گیر انقلاب سے ہی ممکن ہے۔ (قومی ڈائجسٹ نومبر ۱۹۸۶ء صفحہ ۳۰)

مجلس احرار کے لیڈر ابوالکلام آزاد (۱۸۸۸ء تا ۱۹۵۸) لکھتے ہیں:۔

''ان میں سے کوئی نحوست اور بلا کی ایسی نہیں ہے جو مسلمانوں پر نہ چھا چکی ہو، اور کوئی گمراہی نہیں جو اپنے کامل سے کامل اور شدید سے شدید درجہ تک اس اُمت میں بھی نہ پھیل چکی ہو''۔

مزید فرماتے ہیں:۔

''اہل کتاب نے گمراہی کے جتنے قدم اُٹھائے تھے گِن گِن کر مسلمانوں نے بھی وہ سب اُٹھائے حتیٰ کہ **لو دخلو حجرَ ضبِ لدخلتمو** کا وقت بھی گزر چکا''۔

پھر فرماتے ہیں:۔

''ہماری جانیں اور روحیں اس صادق مصدوق پر قربان کہ واقعی اور سچ سچ مسلمان مشرکوں سے ملحق ہو گئے اور دین توحید کا دعویٰ کرنے والوں نے بت پرستی کی ساری ادائیں اور چالیں اختیار کر لیں اور جس لات اور عزیٰ کی پوجا سے دُنیا کو نجات دلائی گئی تھی اُسی کی پوجا پھر سے شروع ہو گئی۔''

آزاد نے یہ بھی کہا تھا کہ ''اکبر (اعظم) کی امامت کے محضر کا حال یہ ہے کہ شیر شاہ اور سلیم شاہ کے زمانہ میں دنیا پرست عالموں کی کثرت و طاقت نے ملک کے امن وسکون کو تہہ و بالا کر رکھا تھا۔'' (تذکرہ صفحہ ۲۷۸ مصنف ابوالکلام آزاد ناشر کتابی دُنیا لاہور تاریخ تالیف اکتوبر ۱۹۱۹ء)

مولانا حسین احمد مدنی کے بیان کردہ افسانے کا پردہ چاک کرنے کے لیے اب تک بیان کیے گئے حقائق ہی کافی ہیں۔ مگر چونکہ بات چل نکلی ہے اس لیے مزید تاریخی حقائق آئندہ شمارہ میں بیان کیے جائیں گے۔ انشاء اللہ۔

RH CATERERS

Our Chefs are dedicated to creating Authentic Dishes.Our Menus offer a wide variety of dishes originating from all parts of the Indian & Pakistani. Sub Continent.We can offer a range of Catering Options such as a sit down Silver Service,a simple Buffet,Multi dish or Karahi Stand service.We are able to cater for any number of guests & our specialized MENUS can be accommodated in any Venue and any budget.A bespoke tailor made Menu can be made upon request. The Complete Catering & wedding package consists of all the necessaries ensuring that you will have the most successful event:

Our Gold pakage includes

☆Authentic Asian Catering

☆Welcome Drinks Reception (Exotic Fresh Juices)
☆Unlimited Soft Drinks & Juices Throughout the day
☆Cutlery Crockery & Glassware
☆Linen Tableclothes & Napkins
☆Professional Uniformed Waitress Staff
☆Event Manager & Wedding coordinator
☆Kitchen Staff & Porters
☆Complete Peace of mind

For further assistance please contact: Tel.020 3674 7909..Mob:077 9299 8973

2 london Road, SM4 5BQ;Morden,surrey.

پیشوا میں اشتہار دے کر اپنی تجارت کو فروغ دیں

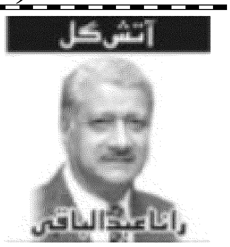

”جنابِ وزیراعظم لرزتا ہے دلِ مفلس“

تحریر: رانا عبدالباقی (آتش گل)

جنابِ وزیراعظم عمران خان صاحب آج کا عام آدمی وطن عزیز میں ہونے والی تبدیلیوں سے بے خبر نہیں ہے، وہ ملک میں اِن تبدیلیوں سے پیدا ہونے والی سیاسی کشمکش کے دوررس اثرات کو بھی بخوبی سمجھتا ہے۔ وہ یہ بھی جانتا ہے کہ فتح وشکست تو اللہ تبارک تعالیٰ کے ہاتھ میں ہے لیکن بہرحال مافیائی سیاسی قوتوں سے مقابلہ کرنا کوئی آسان بات نہیں ہے لیکن جو بات اہم ہے وہ یہی ہے کہ کہیں زمانے کی ساحری میں آپ کی جماعت اپنی راہ مستقیم کو تو نہیں بھول بیٹھی ہے۔ کیونکہ اگر ریاستی فلاح و بہبود کے برتر مقاصد کے راستے میں حائل مشکلات اور مسافت سے گھبرا کر تبدیلی کی حامل قوتیں سنجیدہ معاشرتی بہتری کے اقدامات کو پس پشت ڈال کر محض وقت گزاری کیلئے اپنے آپ کو غیر ضروری معاملات میں ملوث کرنا شروع کر دیتی ہیں تو پھر بھٹکے ہوئے راہی کی عظیم تر قومی بھلائی کے معاملات کی طرف واپسی ایک کارے دارد ہی بن جاتی ہے۔ یہ درست ہے کہ جنابِ وزیراعظم آپ کو عوام کی گردن پر سوار غیر معمولی بیرونی قرضوں کی عائد کردہ پابندیوں سے لبریز اور پیندی سے لگا قومی خزانہ ملا تھا جسے مشکل سے نکالنے کیلئے دوست ممالک کی جانب سے آپ کو نہ صرف کافی پزیرائی ملی ہے بلکہ صورتحال کی بہتری کی اُمید واثق بھی پیدا ہوئی ہے۔ لیکن پھر آپ کی معاشی ٹیم کارکردگی کا مظاہرہ کرنے میں کیوں ناکامی شکار ہے۔ ملک میں بدترین منی لانڈرنگ، بنکوں میں جعلی اکاؤنٹس کی موجودگی، تجارتی حلقوں میں بدترین تجارتی ذہنیت کے تحت ملاوٹ، اسمگلنگ اور مطلوبہ معیار کے منافی اشیاء کی فروخت، عوام کی صاف پانی اور صحت کی بنیادی ضروریات سے محرومی، کرپشن کے خلاف فیصلوں کی ناپائیداری، ڈالر اور تیل وگیس کی قیمتوں میں غیر معمولی اضافے کے سبب قومی سطح پر مہنگائی کے طوفان کو کنٹرول کرنے میں ناکامی نے کیا گُل نہیں کھلائے ہیں، اِس صورتحال کو کنٹرول کرنے میں وزارت خزانہ، اسٹیٹ بنک اور صوبائی حکومتیں کیوں ناکامی شکار ہیں اور اِس پر طرہ یہ کہ عوام الناس کو درپیش مسائل میں تیز ترین اضافے کے باوجود حکومت ابھی تک بدعنوان انتظامیہ اور اسٹیٹ بنک کے خلاف تادیبی کاروائی کرنے میں کیوں ناکامی کا شکار ہے اور اِن اہم مسائل پر توجہ دینے کے بجائے غیر ضروری ستائشی اقدامات میں کیوں پھنس کر رہ گئی ہے۔ جناب وزیراعظم، عوام حیران پریشان ہیں کہ عوامی مسائل میں کمی کے بجائے اضافے کا رجحان کیوں دیکھنے میں آرہا ہے بقول شاعر......

لرزتا ہے دلِ مفلس گرانی ہوتی جاتی ہے
تری دنیا مگر قارونِ ثانی ہوتی جاتی ہے!

جنابِ وزیراعظم درج بالا تناظر میں اتنے گھمبیر مسائل کی موجودگی میں آپ گورنر ہاؤس کی دیواریں توڑنے کی منطق میں کیوں پھنسے ہوئے ہیں۔ عوام الناس یہ جاننے سے قاصر ہیں کہ نئی حکومت کے آتے ہی منی پاکستان کراچی اور دیگر شہروں میں ریاستی اداروں کو انتظامی معاملات کو سلجھانے کیلئے وقت دینے کے بجائے جنابِ چیف جسٹس کو ازخود نوٹس لینے کی ضرورت کیوں پیش آئی ہے؟ یہ درست ہے کہ ڈیموں کی تعمیر کے حوالے سے فنڈز جمع کرنا ایک قابل ستائش معاملہ ہے لیکن عدالتی آبزرویشن کے حوالے سے روزمرہ آئین کے آرٹیکل 62 کی متعلقہ دفعات کا تذکرہ جبکہ کسی قابل ذکر فیصلے میں ابھی تک عوامی مسائل کا حل ہوتا نظر نہیں آتا ہے ناقابل فہم ہے۔ کرپشن اور منی لانڈرنگ کے حوالے سے مقدمات ضرور سامنے آئے ہیں لیکن صورتحال نہ صرف ابھی تک ناقابل فہم انکوئریوں تک ہی محدود نظر آتی ہے بلکہ نیب کورٹ کی جانب سے بدنام زمانہ پانامہ پیپرز کے حوالے سے دی جانے والی سزا بھی اعلیٰ عدلیہ کی جانب سے معطل کی جا چکی ہے۔ چنانچہ سول سوسائیٹی یہ سمجھنے سے قاصر ہے کہ کیا قومی دولت کے لٹیروں کی شان میں قصیدے

پڑھے جانے چاہیں یا اُن کے خلاف قومی دولت واپس ملک میں لانے کیلئے سخت ترین اقدامات کئے جانے چاہییں۔اسی حوالے سے جناب چیف جسٹس کی یہ آبزرویشن بھی عوام الناس اور سول سوسائیٹی کی نظر سے گزری ہے کہ سزا کی معطلی کا یہ طویل فیصلہ قانونی مہارت jurisprudence یا فلسفہ قانون یا انصاف کے بنیادی اصولِ قانون وفقہ سے متصادم ہے۔عوام الناس اِس آبزرویشن کی حکمت اُس وقت سمجھنے سے قاصر رہے جب اِسی فیصلے کو لکھنے والے معزز جج کو اہم ہائی کورٹ کا چیف جسٹس بنادیا گیا جبکہ ایک اور معزز جج کو بقول اِن معزز جج کے صفائی کا مناسب موقع دیئے بغیر جوڈیشل کمیشن نے انتظامی بنیادوں پر جج کے عہدے کیلئے نااہل قرار دیدیا ہے جبکہ ملکی حالات اِن عدالتی فیصلوں کے باوجود بد سے بدتر ہوتے جارہے ہیں اور نئی حکومت میں اعلیٰ منصبوں پر فائز ہونے کے باوجود تحریک انصاف کی اشرافیہ یہی پکارتی ہے کہ بقول شاعر....

پڑتی ہے فوق راہ میں احباب کی گلی
جانا ہو اِسطرف تو پگڑی سنبھالئے

نانی کی دکان۔تحریر:مبشر احمد خان

نانی کی دکان پڑھنے والے یہ سمجھتے ہوں گے کہ یہ خیبر پختونخواہ یا پنجاب کے کسی گاؤں میں کوئی چھوٹی سی دکان (ہٹی) ہوگی جس کو کوئی بڑھیا چلارہی ہوگی۔اور محلے والے اس کو نانی کی دکان کے نام سے جانتے ہوں گے مگر ایسا نہیں ہے بلکہ نانی کی دکان بلجیئم کے شہر Antwerpen (یہ ایک بڑی بندرگاہ ہے) کے ایک بارونق حصے میں ڈیوٹی فری شاپ ہے۔۲۰۰۱ء کے آخر میں راقم ایک پاکستانی بحری جہاز پر جب انجینئر تھا تو بحری جہاز اینٹورپن Antwerpen ہی کی بندرگاہ پر لنگر انداز ہوا تھا۔یہ آخری موقع تھا کہ مجھے نانی کی دکان پر جانے کا موقع ملا۔نانی کام میں مصروف تھیں اور گاہکوں کو دکان میں رکھی اشیاء دکھا رہی تھیں۔نانی کافی ضعیف ہوچکی تھی۔نانا فارغ تھے ان سے مختصر گفتگو کا موقع مل گیا۔میں نے نانا سے سوال پوچھا کہا انہوں نے دکان کا نام نانی کی دکان ہی کیوں رکھا ہے تو انہوں نے بتایا کہ خریداروں نے مجھے نانا بنایا اور میری بیوی کو نانی کہنا شروع کردیا۔جب گاہکوں نے محبت سے ہمیں یہ اعزاز مستقل دے دیا تو میں نے دکان کو نانی کی دکان کا نام دے دیا۔۱۸ مارچ ۱۹۸۲ء کو قائم ہونے والی یہ نانی کی دکان آج بھی موجود ہے۔ایڈریس یہ ہے: Klapdorp, 107.2000 Antwerpen.

اہم اعلان

ادارہ پیشوا (پرائیویٹ) ایک زیر رجسٹرڈ نمبر ۸۷۴۷۱۵۸ چیرٹی ہے جو معذور اور بے بس مریضوں کو وہیل چیئرز مہیا کرتی ہے۔اور غریب بچوں کو تعلیم جیسا بنیادی حق دلانے کی کوشش کرتی ہے۔سسکتی اور لڑکھڑاتی زندگیوں کی مدد کے لئے قدم بڑھانا نہایت ثواب کا کام ہے۔زمین پر گھسٹ گھسٹ کر ہر لمحہ مرنے والوں کی مدد کرنا تمام انسانوں کا فرض ہے۔ اگر آپ غریبوں، بے بسوں، بے کسوں اور لاچاروں کی مدد کرنا چاہتے ہیں تو درج ذیل اکاؤنٹ میں اپنے عطیات جمع کروائیں۔(نئی اور پرانی وہیل چیئرز بھی عطیہ کی جاسکتی ہیں)

Account # :(Barclays Bank): 90730343 Sort Code: 208420

برائے مہربانی اپنے چیک پیشوا لمیٹڈ کے نام سے ارسال فرمائیں۔

2.London Road,Morden,Surrey,SM4 5BQ. UK

E-mail. : Tel. 020.36747909: Mob. 07792998973

peshwaltd@gmail.com

سیاست دانوں کے لطیفے (مرسلہ: مبشر احمد خان ۔ لندن)

جعلی ڈگریوں سے متعلق ایک وزیر موصوف کے کہے ہوئے الفاظ زبان زدعام ہوگئے ہیں۔وزیر نے کہا تھا کہ ڈگری تو ڈگری ہوتی ہے، چاہے اصلی ہو یا جعلی۔ایک اور وزیر سے جب پوچھا گیا کہ بی اے میں آپ کے کیا مضامین تھے تو انہوں نے جواب دیا کہ بہت عرصہ گزر گیا ہے،اب مضامین کے نام مجھے یاد نہیں۔وزیر جیل خانہ جات نے ایک جیل کا معائنہ کیا۔معائنہ کرنے کے بعد انہوں نے قیدیوں سے خطاب کرتے ہوئے فرمایا: ''دیکھو! ہماری حکومت عوامی ہے اور ہم وطن عزیز میں بہت ساری اصلاحات لانے والے ہیں اور جہاں تک جیلوں کا تعلق ہے مَیں آپ کو یقین دلاتا ہوں (جوش میں آتے ہوئے) وہ دن دور نہیں اور تم خود دیکھ لوگے کہ ہم اس ملک میں جیلوں کا جال بچھا دیں گے۔'' کچھ عرصہ بعد حکومت تبدیل ہوگئی اور نئے وزیر نے اسی جیل کا معائنہ کرنے کے بعد قیدیوں سے مخاطب ہوئے اور کہا: ''دیکھیے ہماری حکومت نج کاری پر یقین رکھتی ہے۔ہم کو معلوم ہے کہ اس ملک میں پرائیویٹ جیلیں موجود ہیں،حکومت کی نج کاری پالیسی کے تحت ہم پرائیویٹ جیلیوں کی حوصلہ افزائی کریں گے۔جو شخص بھی مطلوبہ فیس ادا کرے گا اور حکومت کی وضع کردہ شرائط کو پوا کرے گا اس کو نجی جیل چلانے کی اجازت ہوگی۔اس نج کاری کے نتیجے میں حکومت دیگر ترقیاتی کاموں پر زیادہ توجہ دے سکے گی۔

ملکہ وکٹوریہ کے متعلق ایک روایت ہے کہ ایک شہزادی نے ملکہ کو خط لکھا اور کچھ رقم کا مطالبہ کیا۔ملکہ نے جوابی خط میں کفایت شعاری کے فوائد بتائے اور سادہ زندگی بسر کرنے کی تلقین کی۔شہزادی بھی بہت ہوشیار تھی،اس نے ملکہ کا خط بیچ دیا اور اس طرح اپنی ضرورت پوری کر لی۔

سابق آمر جنرل ضیاءالحق کے ہیئر ڈریسر کے متعلق کہا جاتا ہے کہ وہ جنرل صاحب کے بال کاٹتے ہوئے ہمیشہ سوال کرتا تھا کہ''حضور الیکشن کب ہوں گے؟'صدارتی محل کے ایک ملازم نے ہیئر ڈریسر سے پوچھا کہ تم ہر بار صدر صاحب سے انتخابات کرانے سے متعلق کیوں سوال پوچھتے ہو؟ہیئر ڈریسر نے جواب دیا:'جب میں الیکشن کا ذکر کرتا ہوں تو صدر صاحب کے بال کھڑے ہو جاتے ہیں اور مجھے بال کاٹنے میں آسانی ہو جاتی ہے۔''

مولانا کوثر نیازی اور شراب

قیوم نظامی اپنی کتاب''جو دیکھا جو سنا''میں لکھتے ہیں کہ ایک مرتبہ مجھے محمد حنیف رامے نے بتایا:۔

''ایک دن مولانا کوثر نیازی کا فون آیا اور شکایت کی کہ سب ان کو حج کی مبارکباد دینے آئے ہیں مگر ان کا بھائی حنیف رامے مبارک دینے کے لیے نہیں آیا۔''مَیں نے مولانا سے پوچھا آپ کہاں ہیں انہوں نے بتایا ریواز گارڈن والے گھر میں ہوں۔مَیں نے کہا کہ ابھی ان کو ملنے آتا ہوں مَیں مولانا کے گھر گیا تو وہ مجھے خصوصی حجرے میں لے گئے۔مولانا فرمانے لگے''حنیف آپ بھٹو صاحب سے مل کر آجاتے ہیں جب کہ سیاست اس وقت شروع ہوتی ہے جب جام چھلکتے ہیں۔آپ بھٹو صاحب کو بتاؤ کہ مَیں شراب پیتا ہوں تاکہ وہ مجھے خصوصی محفل میں بلائیں۔''بھٹو صاحب سے بات کی تو وہ کہنے لگے کہ پارٹی کے لیے بہتر یہ ہے کہ مولانا کی عوام میں عزت برقرار رہے ،حنیف مولانا کو سمجھاؤ۔مَیں نے بھٹو صاحب سے کہا کہ مولانا کو شراب کو کوکا کولا میں ڈال کر دے دی جائے اس طرح مولانا کی ضد بھی پوری ہو جائے گی اور ان کا بھرم بھی قائم رہے گا۔بھٹو نے میری بات مان لی۔''

(جو دیکھا جو سنا از قیوم نظامی صفحہ ۲۵۰)

پاکستان کے کسان......!

پیشوا انٹرنیشنل۔نیوز ڈیسک

اسلامی جمہوریہ پاکستان ایک زرعی ملک ہے اور زراعت کو وطن عزیز کی ریڑھ کی ہڈی کہا جائے تو بیجا نہ ہوگا۔گزشتہ چند دہائیوں سے حکومت اور ریاستی ادارے اس ریڑھ کی ہڈی سے نامعقول چھیڑ چھاڑ کررہے ہیں،اگر یہ چھیڑ چھاڑ جاری رہی تو خطرہ ہے کہ وطن عزیز کہیں فالج زدہ نہ ہوجائے۔اس برس کاشتکاروں کو ۸۵ شوگرملوں کے ہوتے ہوئے گنے کی فصل کھیتوں میں جلانے پر مجبور کر دیا گیا ہے۔۱۵ دسمبر تک شوگرملیں چالو نہ ہونے کی وجہ سے کچھ کاشتکاروں نے گنے کی فصل جلادی اور کچھ کاشتکاروں کے گنے کی فصل کٹائی کے بعد ٹرک،ٹرالیوں میں خشک ہوکر لکڑی بن گئی۔اور کچھ نے بھٹہ مالکان کو بیچ دی۔

شوگرمل مالکان کا کہنا ہے کہ شوگرملیں تب چالو کریں گے جب وفاقی اور صوبائی حکومتیں سبسڈی کی مد میں واجب الادا ۱۶ ارب روپے کے فنڈ جاری کریں اور ایک ملین میٹرک ٹن چینی برآمد کرنے کی غیر مشروط اجازت دیں۔شوگرمل مالکان کی اکثریت ایسے ڈریکولا کا روپ دھار چکی ہے جن کا حکومت اور کاشتکاروں کا خون دن رات چوس کر بھی پیٹ نہیں بھرتا۔ایک کاشتکار گنے کی فصل کس طرح محنت ومشقت سے تیار کرکے شوگرمل تک لاتا ہے اس کا حال سن کر رونگٹے کھڑے ہوجاتے ہیں۔کچھ تفصیل ذیل میں پیش ہے۔

پاکستان میں گنے کی فصل زیادہ تر دریاؤں کے قریب اگائی جاتی ہے۔۷۳ فیصد گنے کی کاشت کرنے والے ایسے چھوٹے کاشتکار ہوتے ہیں جن کے پاس ۱۵ ایکڑ سے پچاس ایکڑ تک زرعی رقبہ ہوتا ہے۔عام طور پر بیج حکومت شوگرملوں کے ذریعے فروخت کرتی ہے۔(اگر گنے کا ایک بار بیج بودیا جائے تو اگلے برس بیج کی ضرورت نہیں ہوتی۔ایک بیج دو فصلیں دیتا ہے۔)پھر بیج،گندم کی کٹائی کے بعد بویا جاتا ہے۔دس بار ہل چلایا جاتا ہے۔ایک ایکڑ زمین پر گنے کی کاشت کے لیے چار ٹرالی گوبر کھاد،ڈی اے پی کے دو تھیلے،پوٹاش کا ایک یوریا کے تین تھیلے ڈالنے ضروری ہوتے ہیں۔گنے کی فصل کو کم ازکم چالیس دفعہ پانی دیا جاتا ہے۔ہر سال گنے کی فصل پر دو مائع اور دو دانے دار دوائیں چھڑکی جاتی ہیں۔گنے کی فصل کاٹنا بھی دشوار عمل ہے،گنے کی فصل کٹ جانے کے بعد گٹھے بنا کر ٹرک یا ٹرالی پر لاد کر قریبی شوگرمل تک لے جایا جاتا ہے۔ایک سال کی سخت محنت ومشقت اور موٹی رقم خرچ کرکے زمیندار جب شوگرمل پہنچتا ہے تو اسے سال بھر کی محنت و مشقت کے سامنے،شوگرمل کے گیٹ پر بیٹھنا زیادہ اذیت ناک لگتا ہے۔بعض زمیندار تو فصل کے ساتھ چارپائی بھی لاتے ہیں۔

زرداری دور میں گنے کی فی من قیمت ۱۸۰ روپے مقرر کی تھی جو آج دس سال بعد بھی وہی ہے۔بلکہ تجویز ہے کہ ۱۲۸ روپے فی من گنا خریدا جائے۔شوگرمل مالکان کی بدمعاشی دیکھیئے کہ ۱۸۰ روپے والا ریٹ کبھی بھی کاشتکاروں کو نہیں دیا گیا۔

شوگرمل کے گیٹ پر پہنچ کر معلوم ہوتا ہے کہ ابھی مل چالو نہیں ہے (اس سال تو ۱۵ دسمبر تک کاشتکار مل چالو ہونے کے انتظار میں کڑھتے رہے)جب تک مل چالو ہوتی ہے کاشتکار کا خون اور گنے کا رس خشک ہو چکا ہوتا ہے۔جب تلائی ہوتی ہے تو گنے کی کوالٹی کا بہانہ کر کے ریٹ کم لگایا جاتا ہے رہی سہی کسر کانٹے والا ڈنڈی مار کر پوری کر دیتا ہے،اور کسان بے بسی اور بے کسی کی تصویر بنا ان کے گناہ پر کم اور اپنے ناکردہ گناہ پر زیادہ شرمندہ ہوتا ہے۔بہرحال انہیں رسید دے دی جاتی ہے اور رقم کئی ماہ بعد مزید اخراجات کے بعد ملتی ہے۔

مل مالکان کی اکثریت سیاسی بیک گراؤنڈ رکھتی ہے اس لیے غریب کاشتکار کو گڑ اور شکر بھی بنانے نہیں دیتے کیونکہ وہ ان کے گلے میں اپنے نام کی زنجیر باندھے رکھنا چاہتے ہیں۔

شوگرمل مالکان کاشتکاروں کے خون پسینے سے تیار ہونے والی فصل سے سونا کشید کرتے ہیں اور زمینداروں کو پھوک دیتے ہیں۔مل مالکان چینی،گنے کی راب اور پھوک بیچ کر اپنی تجوریاں بھرتے ہیں۔اللہ مل مالکان کو ہدایت دے اور انہیں مالک حقیقی سے ڈرنے والے بنائے۔

باتبصرہ خبریں

پیشوا انٹرنیشنل۔ نیوز ڈیسک

گناہ ٹیکس

گزشتہ دنوں سگریٹ اور مشروبات پر گناہ ٹیکس لگائے جانے کی خبر پر شور شرابہ مچا رہا۔ گناہ ٹیکس لگانا حکومتوں کا بہت پرانا وطیرہ ہے۔ حکومتوں کا سگریٹ، شراب اور جوئے کو اور اب چینی کو بھی گناہ قرار دینا ایسے ہی ہے جیسے نام نہاد مولوی کا فتوے دے کر گھر گرہستی چلانا۔ جس طرح نام نہاد مولوی گناہ اور ثواب کے چکر میں ڈال کر اپنا پیٹ بھرنے کا سامان کرتا ہے اسی طرح مضر صحت اشیاء کو گناہ قرار دے کر حکومتیں ریاستی خزانے کا منہ بھرتی ہیں۔ امریکہ میں سگریٹ پر گناہ ٹیکس لگانے کی تاریخ کا آغاز ۱۹۴۷ء سے ہوا۔ ۲۰۱۴ء میں امریکہ نے سترہ اعشاریہ چار بلین ڈالر تمباکو پر گناہ ٹیکس کی بدولت عوام سے بٹورے۔ اور جوئے پر لگائے گئے گناہ ٹیکس کی مد میں آٹھ اعشاریہ چھ بلین ڈالر حاصل کیے گئے۔ اور لاٹری پر لگے گناہ ٹیکس کی مد میں چھیاسٹھ بلین ڈالر اکٹھے کیے گئے۔ لاٹری اور جوئے کے کاروبار کی حوصلہ افزائی کی گئی۔ اٹلانٹک سٹی، لاس ویگاس اور نیواڈا میں یہ کاروبار عروج پر ہے۔ نیوجرسی اور نیویارک ریاستیں جو جوئے سے پاک ہیں وہ بھی جوئے زدہ ریاستوں کو حسرت سے دیکھتی ہیں۔ امریکہ میں ٹوٹل ریونیو کا پندرہ فیصد جوئے، لاٹری اور سگریٹ پر لگے گناہ ٹیکس سے حاصل کیا جاتا ہے۔ شراب جوام الخبائث ہے، بیماریوں اور گھریلو تشدد کی جڑ ہے وہ معمولی قیمت میں یورپ اور امریکہ میں مل جاتی ہے۔ گناہ ٹیکس لگانے کا بظاہر مقصد لوگوں کی بد عادات کو چھڑانا ہی ہوتا ہے، اس کا خاطر خواہ فائدہ بھی ہوتا ہے۔ مگر اس کا حقیقی فائدہ تبھی ہوتا ہے جب بھاری ٹیکس لگایا جائے۔ مثلاً امریکہ میں بھاری گناہ ٹیکس لگانے سے امریکہ میں اسموکنگ کرنیوالوں کی بھاری تعداد تائب ہوگئی ۲۰۰۰ء میں چار سو چھپن بلین سگریٹ، نوش کیے گئے اور ۲۰۱۰ء میں یہ تعداد کم ہو کر ۲۹۹ بلین سگریٹ پر آ گئی۔ ہندوستان میں سگریٹ پر چالیس فیصد گناہ ٹیکس لگانے کا مطالبہ کیا جا رہا ہے اور پاکستان میں دس فیصد گناہ ٹیکس لگائے جانے کی خبر ہے۔ گناہ ٹیکس لگانے کا فائدہ حقیقی طور پر ریاست اور صوبوں کو ہوتا ہے۔ اور حقیقی نقصان غریبوں اور متوسط طبقہ کا ہوتا ہے، کیونکہ وہ پہلے ہی غربت کی وجہ سے مشکلات کا شکار ہوتے ہیں اور بھاری ٹیکس لگا کر انہیں گھٹیا سگریٹ نوش کرنے پر مجبور کیا جاتا ہے۔ وہ گناہ ٹیکس جوان کی صحت کا ضامن بتایا جاتا ہے وہ گھٹیا سگریٹ نوشی کرنے سے مزید صحت بگاڑنے کا باعث بنتا ہے۔ امیروں کو اس طرح کے ٹیکسوں سے فرق نہیں پڑتا۔ جنہیں صاف پانی بھی میسر نہ ہو ان کو سافٹ ڈرنک پر گناہ ٹیکس لگا کر یہ باور کرانا کہ یہ مشروبات مضر صحت ہیں، طفلانہ اور جاہلانہ بات ہے۔ ہم بھی سمجھتے ہیں کہ مضر صحت اشیاء پر بھاری ٹیکس لگا کر ان مضر صحت اشیاء کے استعمال سے عوام کو بچایا جائے۔ مگر تب جب عوام کے بنیادی مسائل حل ہو جائیں۔ غربت، ناانصافی اور تعلیم وصحت کے مسائل جہاں ماؤنٹ ایورسٹ کی طرح سر اٹھائے کھڑے ہوں وہاں گناہ ٹیکس لگانے سے جرائم میں اضافہ ہوگا اور غریب عوام میں برداشت کی قوت کم سے کم تر ہوتی چلی جائے گی۔

ریاست کی زمینوں پر ناجائز قبضہ

اسلامی جمہوریہ پاکستان پر کچھ اس طرح کا عذاب الٰہی ہے کہ اگر اس ملک کے کرتا دھرتا کسی خیر کے کام کا آغاز بھی کرتے ہیں تو اس میں بھی شر در آتا ہے۔ ریاست مدینہ بنانے کے دعویداروں نے ناجائز تجاوزات کے خلاف آپریشن کا آغاز حکومت ملتے ہی شروع کر دیا تھا۔ یقیناً ریاست کی زمینوں پر ناجائز قبضہ کر کے گھر، مساجد، مدارس اور شادی گھر وغیرہ بنانا قانون کا مذاق اڑانے کے مترادف ہے اور ایسے قبضہ گروپوں کے خلاف ایکشن لینا ریاستی اداروں کی اولین ذمہ داری ہے اور قانون شکنی کے مرتکب افراد کو سزا دینا بھی ریاست کا فرض ہے۔

صرف غریبوں کو بے گھر کر کے کھلے آسمان تلے بٹھا کر نشان عبرت بنانا کسی صورت بھی قابل قبول نہیں ہوسکتا اور نہ ہی ایسے اقدامات کو خیر سے منسوب کیا جا سکتا ہے۔ چاہیے تو یہ تھا کہ ان غریبوں کے لیے جو قبضہ گروپوں اور ریاستی اداروں کی بدمعاشیوں کے ڈسے ہوئے ہیں ان کے لیے متبادل رہائشی منصوبے تیار کیے جاتے اور پھر ناجائز تجاوزات پر بلڈوزروں سے حملہ کیا جاتا۔ مگر ہم دیکھتے ہیں کہ نہ قبضہ کی زمین پر بنی کسی مسجد کو اور نہ ہی کسی صاحب ثروت بااثر شخصیت کی ناجائز جائیداد کو مسمار کیا

گیا ہے۔بحریہ ٹاؤن کراچی کے رہائشیوں پر بھی قیامت توڑے جانے کا امکان موجود ہے،کہا جا رہا ہے کہ بحریہ ٹاؤن کو ریگولائز نہیں کروایا گیا۔ہم بھی یہ پوچھنے کا حق رکھتے ہیں کہ اگر بنی گالہ پندرہ برس بعد ریگولائز ہوسکتا ہے تو کراچی کے مضافاتی علاقہ میں بنی کالونی کا کیا قصور ہے کہ اسے آزاد نہ کیا جاسکے؟ مہران ٹاؤن کورنگی کراچی میں علاقہ مکینوں نے بلڈوزروں کو اپنا کام کیے بغیر موقعہ سے بھگا دیا اور وہ کام جو ریاستی اداروں کے کرنے کا تھا،علاقہ مکینوں نے وہ کام ناجائز طریق پر کرتے ہوئے کم از کم پانچ اسٹیٹ ایجنسیاں جلادیں جو ناجائز کام کر کے سادہ لوحوں کو الو بناتی تھیں۔

ناانصافی کی انتہا ہے کہ پی این ٹی کالونی کراچی جو پوش ڈیفنس آبادی سے متصل ہے میں آپریشن تا حال شروع نہیں کیا کب جبکہ کے ایم سی کے ڈائریکٹرز نے ۳۵۰ سے زائد پلاٹوں کو غیر قانونی لیز دلا کر چائنا کٹنگ کر کے اربوں روپے بنائے تھے۔ابھی تک کراچی میں ۲۲ ہزار قیمتی اراضی پر ناجائز تجاوزات تا حال محفوظ ہیں۔

حکومت کو چاہیے کہ وہ سب سے پہلے ان چوروں اور ڈاکوؤں کو گرفتار کرے جنہوں نے خیر بتا کر شر بیچا ہے اور کسی بھی گھر کو گرانے سے پہلے متاثرہ خاندان کے لیے متبادل رہائش کا انتظام کرے۔اگر ایسا نہ کیا گیا تو لوگوں کی بددعائیں عذاب الٰہی کی شدت میں اضافہ کا باعث بنیں گیں۔

بلیک لسٹ، واچ لسٹ

گزشتہ برس پاکستان میں ہونے والی مذہبی غنڈہ گردی پر پاکستان کو واچ لسٹ میں اب بلیک لسٹ میں امریکہ کی طرف سے ڈالا گیا تھا۔مگر پاکستان نے اس اقدام کی مذمت کی اور دنیا کو بتایا کہ پاکستان میں اقلیتیں بالکل محفوظ اور برابر کے شہری حقوق انہیں حاصل ہیں۔

قارئین کرام! یہ ایسا سفید جھوٹ ہے کہ کوئی ذی شعور انسان اس بیانیہ کو سچ نہیں مان سکتا۔جس ملک میں اقلیتوں کے لیے آئین میں امتیازی قوانین موجود ہوں اور یہ قوانین مذہبی شر پسندوں کو کھلی چھٹی دیتے ہوں کہ وہ اقلیتوں کے جان و مال سے جیسے اور جب چاہیں کھیلیں وہاں خیر کا پہلو بہر حال نہیں ہوسکتا،ہاں شر کے خونی کانٹے اہل وطن کو دن رات لہولہان ضرور کرتے ہیں،اور گزشتہ چند دہائیوں سے ایسا ہی ہو بھی رہا ہے۔کبھی ریاست ختم نبوت پر مذہبی شر پسندوں کی پیٹھ ٹھونکتی ہے اور سیاسی مقاصد حاصل کرتی ہے اور کبھی مذہبی شر پسند اپنے مالی،مذہبی اور سیاسی مقاصد کے لیے مذہب بطور ہتھیار استعمال کرتے ہوئے حکومت کو بلیک میل اور اقلیتوں پر ظلم کرتے ہیں۔لبیک تحریک جیسی تحریکیں پاکستان کو عالمی طور پر بدنام کرتی ہیں۔پاکستان میں اقلیتوں سے مذہبی منافرت کا اندازہ صرف اس بات سے کیا جاسکتا ہے کہ تحریک لبیک اور ریاست کے درمیان ہونے والے حالیہ معاہدے میں سپریم کورٹ سے باعزت رہا ہونے والی مسیحی خاتون آسیہ بی بی کا نام ''عاصیہ'' (یعنی گناہ گار) لکھا گیا تھا۔اور عاصیہ ایک بار نہیں بلکہ ہر سطر کے شروع میں لکھا تھا۔اس کا مطلب یہ تھا کہ ریاست اور تحریک لبیک کے کرتا دھرتا اسے گناہ گار ہی سمجھتے ہیں اگرچہ پاکستان کا انصاف کرنے والا سب سے بڑا ادارہ سپریم کورٹ اسے بیگناہ سمجھتا ہے۔یہی نہیں بلکہ تمام مولوی نما صحافی بھی آج تک سپریم کورٹ سے باعزت بری ہونے والی آسیہ بی بی کو ''آسیہ ملعونہ'' ہی کہتے ہیں۔

امریکا کا پالتو۔سعودیہ ۔اور پاکستان؟

حال ہی میں صدر ٹرمپ نے مسی سپی میں ایک انتخابی ریلی سے خطاب کرتے ہوئے کہا ہے کہ ''میں شاہ سلمان سے محبت کرتا ہوں لیکن انہیں کہتا ہوں کہ ہم آپ کی حفاظت کر رہے ہیں۔ہمارے بغیر آپ کی حکومت دو ہفتے بھی نہیں چل سکتی۔اس لیے آپ کو اس قیمت ادا کرنا ہوگی۔''

ہم اس کے متعلق کچھ نہیں کہہ سکتے،سوائے اس کے کہ کیا سعودی عرب واقعی امریکہ کا پالتو۔ہے۔آج عمران خان جس سعودی عرب سے قرض مانگنے کے لیے دوروزہ دورے پر سعودیہ پہنچے ہیں۔یہ وہی سعودی عرب ہے جس کے وزیر دفاع محمد بن سلمان آل سعود نے ۲۳ اپریل ۲۰۱۵ء کو پاکستانیوں کو برا بھلا کہتے ہوئے شاہ سلمان کو ایک خط میں لکھا تھا:۔

''پاکستان ہمارے لیے دھوکا باز ہے اور پاکستانی حکمران اپنی نام نہاد جمہوریت کے دعویدار بن کر ہم پر فخر کرتے ہیں۔ان دھوکا بازوں کو جان لینا چاہیے کہ وہ جن اپنے اعلیٰ فوجی عہدوں پر ناز کرتے ہیں ان کی اصل حالت تو یہ ہے کہ وہ اتنے بے بس ہیں کہ اپنی چھوٹی سی اندرونی مشکل بھی تنہا حل کرنے کی طاقت نہیں رکھتے اور اگر ہم مالی طور پر،میڈیا اور انفارمیشن کے میدانوں میں ان کی مدد نہ کرتے تو یہ کبھی بھی اپنے مخالفین کو ہٹا کر آج حکمران نہ ہوتے اور کل تک تو وہ ہم سے بھیک اور خیرات مانگا کرتے تھے اور اب بھی ہمارے مال و دولت سے بھیک اور خیرات مانگ رہے ہیں۔یہ احسان فراموش ہیں،ہم سے کہتے ہیں کہ۔۔۔ بقایا: صفحہ ۴۷

فضائل و برکات قرآن مجید

شگفتہ حسن صاحبہ۔لندن

مشرک عربوں کی جہالت، عیش پرستی اور وحشیانہ پن آخری حدوں تک پہنچا ہوا تھا۔ دنیا کی دوسری قومیں انہیں اجڈ اور گنوار کہتی تھیں۔ ان کی زندگی جنگ و جدل، شراب نوشی اور بے حیائی سے لتھڑی ہوئی تھی۔ وہ تاریکی کے ایسے کلبلاتے کیڑے بن چکے تھے جن سے کسی خیر کی توقع نہیں کی جاسکتی تھی۔ یہ اللہ تعالیٰ کی سنت رہی ہے کہ جب انسانیت قعر مذلت میں گر جاتی ہے تو اسکے چہرے کی کالک دور کرنے کے لیے روحانی پانی بھیجتا ہے۔ یہی ماجرا عربوں کے ساتھ بھی ہوا۔ اللہ تعالیٰ نے ہمارے حبیب آقا حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کو مبعوث فرمایا اور اعلیٰ ترین، افضل ترین کتاب قرآن مجید نازل فرما کر اسے قیامت تک ساری دنیا کے لیے ہدایت اور چشمہ معرفت قرار دے دیا۔ اس دستور العمل کو سینے سے عربوں کے لگانے کی دیر تھی، ان کی بت پرستی، خدا پرستی میں تبدیل ہوگئی۔ ان کی عیش پرستی اور بے حیائی، سادگی اور حیا میں تبدیل ہوگئی اور وہ جاہل اور تہذیب و تمدن سے نا آشنا تھے وہ دنیا کو پڑھانے اور سکھانے کے قابل ہو گئے اور تہذیب و تمدن کے چشمے بن گئے۔ ان خدا پرستوں نے جدھر بھی قدم بڑھائے۔ فتح و ظفر ان کا مقدر ٹھہری۔ عصر حاضر میں مسلمانوں کی حالت زار کی سب سے بڑی وجہ قرآن مجید سے دوری ہے۔ آج بھی مسلمان قرآن مجید کی تعلیمات پر عمل پیرا ہو کر تاریکی سے نکل کر نور کی جانب سفر شروع کر سکتے ہیں۔ مگر اس کی سب سے بڑی شرط تقویٰ ہے، قرآن مجید سے حقیقی فائدہ متقی ہی اٹھا سکتے ہیں۔ قرآن مجید فرقان حمید کے متعلق اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

ذَٰلِكَ الْكِتَابُ لَا رَيْبَ فِيهِ هُدًى لِّلْمُتَّقِينَ ۔(سورۃ البقرہ آیت ۱)

ترجمہ: یہی کامل کتاب ہے اس (امر) میں کوئی شک نہیں متقیوں کو ہدایت دینے والی ہے۔

اس آیت مقدسہ میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ یہ کامل کتاب ہے اور جو متقی ہیں صرف انہیں ہدایت دینے والی ہے۔ متقی کون ہوتا ہے؟ یہ بڑا اہم سوال ہے۔ یہی سوال جب حضرت ابوہریرہؓ سے کسی نے پوچھا تو انہوں نے جواب دیا کہ ''کانٹوں والی جگہ سے گزرو تو کیا کرتے ہو؟'' اس شخص نے جواب دیا ''یا اس سے پہلو بچا کر چلا جاتا ہوں یا اس سے پیچھے رہ جاتا ہوں یا آگے نکل جاتا ہوں۔'' حضرت ابوہریرہؓ نے اس پر فرمایا: ''بس اسی کا نام تقویٰ ہے۔'' یعنی انسان اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کے مقام پر کھڑا نہ ہو اور ہر طرح اس جگہ سے بچنے کی کوشش کرے۔ ایک عرب شاعر ابن المعتز نے کیا خوب تقویٰ کی تعریف بیان کی ہے، کہتا ہے کہ ترجمہ: ''گناہوں کو چھوڑ دے خواہ وہ چھوٹے ہوں یا بڑے، یہ تقویٰ ہے اور تو اس طریق کو اختیار کر جو کانٹوں والی زمین پر چلنے والا اختیار کرتا ہے یعنی وہ کانٹوں سے خوب بچتا ہے۔ اور تو چھوٹے گناہ کو حقیر مت سمجھ کیونکہ پہاڑ کنکروں سے ہی بنے ہوئے ہوتے ہیں۔'' (تفسیر ابن کثیر۔ بحوالہ تفسیر کبیر)

پھر اللہ تعالیٰ قرآن مجید کی ایک اور مقدس آیت میں فرماتا ہے:۔

أَفَلَا يَتَدَبَّرُونَ الْقُرْآنَ وَلَوْ كَانَ مِنْ عِندِ غَيْرِ اللَّهِ لَوَجَدُوا فِيهِ اخْتِلَافًا كَثِيرًا۔ (سورۃ النساء آیت ۸۳)

پس کیا وہ تدبر نہیں کرتے؟ حالانکہ اگر وہ اللہ کے سوا کسی اور کی طرف سے ہوتا تو ضرور اس میں بہت اختلاف پاتے۔

اس مقدس آیت میں اللہ تعالیٰ بتا رہا ہے کہ اس کتاب میں اختلاف نہیں ہے اگر کسی اور کا کلام ہوتا تو اس میں اختلاف ہوتا۔ چشمہ معرفت میں لکھا ہے کہ ''جس زمانہ میں قرآن شریف کی نسبت خدا تعالیٰ نے یہ فرمایا کہ اس میں اختلاف نہیں تو اس زمانہ کے لوگوں کا حق تھا کہ اگر ان کے نزدیک کوئی اختلاف تھا تو وہ پیش کرتے مگر سب ساکت ہوگئے اور کسی نے دم نہ مارا اور اختلاف کیونکر اور کہاں سے ممکن ہے جس حالت میں تمام احکام ایک ہی مرکز کے گرد گھوم رہے ہیں یعنی علمی اور عملی رنگ میں اور درشتی اور نرمی کے پیرایہ میں خدا کی توحید پر قائم کرنا اور ہوا و ہوس چھوڑ کر خدا کی توحید کی طرف کھینچنا ہی قرآن کا مدعا ہے۔''

قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:۔

وَكَذَٰلِكَ أَنزَلْنَاهُ قُرْآنًا عَرَبِيًّا وَصَرَّفْنَا فِيهِ مِنَ الْوَعِيدِ لَعَلَّهُمْ يَتَّقُونَ أَوْ يُحْدِثُ لَهُمْ ذِكْرًا۔ (سورۃ طٰہٰ آیت ۱۱۴)

اور اسی طرح ہم نے اسے فصیح و بلیغ قرآن کی صورت میں اتارا ہے اور اُس میں ہر قسم کے وعید بیان کیے ہیں تاکہ ہو سکے تو وہ تقویٰ اختیار کریں یا

وہ ان کے لیے کوئی عبرت کا نشان ظاہر کر دے۔

اس مقدس آیت میں اس طرف اشارہ کیا گیا ہے کہ یہ کتاب یعنی قرآن کثرت سے پڑھی جائے گی اور اس کے مفہوم کا سمجھنا بھی آسان ہو گا کیونکہ یہ ہر بات دلیل کے ساتھ بیان کرے گی۔

قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:۔

وَنُنَزِّلُ مِنَ الْقُرْآنِ مَا هُوَ شِفَاءٌ وَرَحْمَةٌ لِّلْمُؤْمِنِينَ وَلَا يَزِيدُ الظَّالِمِينَ إِلَّا خَسَارًا۔ (سورۃ بنی اسرائیل۔آیت ۸۳)

اور ہم قرآن میں سے آہستہ آہستہ وہ (تعلیم) اتار رہے ہیں جو مومنوں کے لیے (تو) شفاء اور رحمت (کا موجب) اور ظالموں کو صرف خسارہ میں بڑھاتی ہے۔

تفسیر کبیر میں لکھا ہے کہ ”اس کا مطلب یہ ہے کہ ایک ہی چیز مختلف نظروں سے دیکھی جاتی ہے اور جیسی کسی کی فطرت ہوتی ہے ایسا ہی وہ دوسری چیزوں کو سمجھتا ہے۔کتنا ہی اعلیٰ اور پاک کلام کیوں نہ ہو لیکن گندے دل والے انسان کو اس میں گند ہی نظر آتے ہیں۔۔۔۔اس آیت کے یہ معنی بھی ہیں کہ اس جگہ قرآن سے مراد وہ خاص حصہ ہے جو پہلے اتر چکا ہے یعنی مومنوں کی ترقی اور کامیابی کی پیشگوئیاں اور دشمنوں کی بربادی اور تباہی کی خبریں۔فرمایا کہ ان خبروں کے پورا ہونے کا وقت آ گیا ہے۔ان پیشگوئیوں کے نتیجے میں مسلمانوں کے زخمی دلوں کو شفا حاصل ہو گی،ان کے زخم مندمل ہونگے،انکی ترقی کے سامان پیدا ہوں گے مگر یہی پیشگوئیاں کافروں کے حق میں نقصان اور تباہی کے سامان ساتھ لائیں گی۔“

قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:۔

وَهَـٰذَا كِتَابٌ أَنزَلْنَاهُ مُبَارَكٌ فَاتَّبِعُوهُ وَاتَّقُوا لَعَلَّكُمْ تُرْحَمُونَ۔

اور یہ (قرآن) ایسی کتاب ہے جسے ہم نے اتارا ہے اور یہ برکت والی ہے پس اس کی پیروی کرو۔ (سورۃ انعام۔آیت ۸۳)

إِنَّهُ لَقُرْآنٌ كَرِيمٌ ۔ فِي كِتَابٍ مَّكْنُونٍ ۔لَّا يَمَسُّهُ إِلَّا الْمُطَهَّرُونَ ۔تَنزِيلٌ مِّن رَّبِّ الْعَالَمِينَ ۔ (سورۃ الواقعہ آیت ۷۷۔۷۹)

یقیناً یہ قرآن بڑی عظمت والا ہے اور ایک چھپی ہوئی کتاب میں موجود ہے۔اس قرآن کی حقیقت وہی پاتے ہیں جو مطہر ہوتے ہیں۔اس کا اترنا رب العالمین خدا کی طرف سے ہے۔

اللہ تعالیٰ قرآن مجید کی حفاظت کا وعدہ کرتے ہوئے فرماتا ہے:

إِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا الذِّكْرَ وَإِنَّا لَهُ لَحَافِظُونَ۔ (سورۃ الحجر آیت ۱۰)

اس ذکر (یعنی قرآن) کو ہم نے ہی اتارا ہے اور ہم یقیناً اس کی حفاظت کریں گے۔

قرآن مجید معلوم تاریخ عالم کی وہ واحد کتاب ہے جو سب سے زیادہ پڑھی گئی ہے،پڑھی جا رہی ہے اور پڑھی جائے گی۔قرآن مجید کو یہ خصوصیت بھی حاصل ہے کہ اس کا ایک نقطہ بھی تبدل وتحریف کا شکار نہیں ہوا ہے اور نہ اللہ تعالیٰ کے وعدہ کے مطابق آئندہ کبھی ایسا ہو گا۔قرآن مجید وہ واحد کتاب ہے جو ہر دور کے تقاضوں کے مطابق عرفان بخشتی ہے۔

خاتم الکتب قرآن لفظ قراء سے مشتق ہے جس کے معنی اکٹھا کرنا،جمع کرنا اور دوسرے معنی ہیں،پڑھا۔یعنی یہ کتاب آسمانی صداقتوں کی جامع یا انہیں اکٹھا کرنے والی،بہت پڑھی جانے والی خدا تعالیٰ کی کتاب ہے۔ تاریخ عرب کے مصنف فلپ حتی نے کیا خوب کہا ہے کہ ”اگرچہ قرآن مجید عہد آفریں کتابوں میں سے سب سے کم عمر کتاب ہے لیکن دنیا میں جتنی کتابیں لکھی گئی ہیں ان میں سب سے زیادہ پڑھی جانے والی کتاب ہے۔“

اللہ تعالیٰ کی پاک کتاب قرآن مجید کا نزول آج سے تقریباً پندرہ سو برس پہلے غار حرا میں لیلۃ القدر کو لوح محفوظ سے مطہر قلب حضرت محمد ﷺ پر اترنا شروع ہوا اور تئیس برس میں مکمل ہوا۔قرآن مجید کی ایک سو چودہ سورتیں ایک ہی دفعہ اکٹھی نازل نہیں ہوئیں بلکہ چھوٹی چھوٹی ٹکڑیوں میں نازل ہوئیں۔ ہمارے حبیب آقا حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کا ان ٹکڑیوں کو خدائی ہدایات سے ترتیب دے کر سورتوں کو مکمل کرنا ایک عظیم الشان معجزہ ہے۔پہلی وحی "**اقرا باسم ربك الذی خلق**" غار حرا میں ہوئی تھی اور "**الیوم اكملت لكم دینكم**" آخری وحی تھی۔

وہ پیشوا ہمارا جس سے ہے نور سارا
نام اُس کا ہے محمدؐ دلبر میرا یہی ہے
وہ آج شاہِ دیں ہے وہ تاج مرسلیں ہے
وہ طیب و امیں ہے اُس کی ثناء یہی ہے

آیئے اُس حسین وجمیل،معطر،مطہر گلستان کی طرف چلتے ہیں جو ہمارے پیشوا اور حبیب آقا رسول اللہ محمد مصطفیٰ ﷺ کی ذات گرامی ہے۔آیئے دیکھتے ہیں ہمارے حبیب آقا رسول اللہ محمد ﷺ،قرآن مجید پڑھنے،سننے اور پڑھانے اور اس کی تعلیمات پر عمل کرنے کے متعلق کیا فرماتے ہیں؟

جب حضرت عائشہؓ سے آنحضرت ﷺ کے خلق کے بارے میں پوچھا گیا تو آپؓ نے فرمایا کہ "**فان خلق النبی** ﷺ **کان**۔" نبی کریم ﷺ کے

اخلاق قرآن ہی تھے۔　　(مسلم کتاب صلاۃ المسافرین باب جامع صلاۃ)

حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ”اللہ کسی چیز کو ایسی توجہ سے نہیں سنتا جیسے قرآن کو سنتا ہے جب پیغمبر اس کو خوش الحانی سے بلند آواز سے پڑھے۔　　(سنن ابی داؤد کتاب الوتر)

حضرت عبداللہ بن سائبؓ روایت کرتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے مکّہ میں نماز فجر پڑھائی آپ ﷺ نے سورۃ المومنون سے تلاوت شروع کی۔ یہاں تک کہ جب موسیٰ اور ہارون علیہ السلام کا ذکر آیا تو شدت خشیت الٰہی کے باعث آنحضور ﷺ کو کھانسی شروع ہوگئی۔ اس پر آپؐ نے رکوع کیا۔

(مسلم کتاب الصلاۃ باب القراء فی الصبح)

حضرت قتادہؓ سے روایت ہے کہ مَیں نے انسؓ سے نبی کریم آنحضرت ﷺ کی قرآءت کے متعلق سوال کیا تو آپؐ نے فرمایا کہ نبی کریم ﷺ ٹھہر ٹھہر کر تلاوت کیا کرتے تھے۔　　(سنن ابی داؤد کتاب الوتر)

ام المومنین حضرت ام سلمہؓ روایت کرتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ قرآن کریم کی تلاوت ٹھہر ٹھہر کر کرتے تھے آپ "اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ۔" پڑھ کر توقف فرماتے۔ پھر " اَلرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ "پڑھتے اور پھر توقف فرماتے، رکتے۔　　(مشکوۃ المصابیح کتاب فضائل القرآن)

ایک صحابی نے ام المومنین حضرت ام سلمہؓ سے آنحضور ﷺ کے قرآن کریم کی تلاوت کے بارے میں دریافت کیا تو انہوں نے فرمایا کہ آنحضور ﷺ کی قراءت قرآءت مفسرہ ہوتی تھی۔ یعنی ایک ایک حرف کے پڑھنے کی سننے والے کو سمجھ آرہی ہوتی تھی۔　　(مشکوۃ المصابیح کتاب فضائل القرآن)

حضرت ابوہریرہؓ سے ہی روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ رات کو کبھی بلند آواز سے اور کبھی آہستہ آواز سے تلاوت کرتے تھے۔　　(سنن ابی داؤد)

حضرت حذیفہؓ سے ایک روایت ہے کہ انہوں نبی کریم ﷺ کے ساتھ نماز ادا کی۔ جب آپؐ رکوع کرتے تو سبحان ربی العظیم پڑھتے اور جب سجدہ کرتے تو سبحان ربی الاعلی پڑھتے۔ اور جب کوئی رحمت کی آیت آتی تو آپؐ رک جاتے تلاوت کے وقت، اور رحمت طلب کرتے۔ اور جب کوئی عذاب کی آیت آتی تو آپؐ رک جاتے اور اللہ تعالیٰ کی پناہ طلب کرتے۔

(سنن ابی داؤد کتاب۔ کتاب الصلاۃ)

بعض روایتوں میں آتا ہے کہ رحمت اور پناہ طلب کرتے وقت بعض دفعہ آپؐ کی روتے روتے ہچکی بندھ جایا کرتی تھی۔ آپؐ میں اللہ تعالیٰ کی خشیت اور پیار اور تعلق اور محبت اس طرح تھا کہ جس کا تصور ہی نہیں کیا جاسکتا۔

حضرت ابن عباسؓ روایت کرتے ہیں کہ ابوبکرؓ نے عرض کی یا رسول اللہ! آپؐ میں بڑھاپے کے آثار نظر آنے لگے ہیں۔ اس پر رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”مجھے سورۃ ھود، سورۃ واقعہ، سورۃ مرسلات اور سورۃ تکویر وغیرہ نے بوڑھا کر دیا ہے۔“

(سنن ترمذی کتاب تفسیر القرآن باب ومن سورۃ الواقعہ)

قرآن مجید فرقان حمید کس طرح کب اور کیسے پڑھا جائے اور اس کا اجر کیا ملے گا ان امور کے متعلق حبیب آقا حضرت محمد مصطفی ﷺ کے چند ارشادات پیش ہیں:۔

ایک روایت میں ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا: ”اے قرآن کے ماننے والو! قرآن کو تکیہ نہ بناؤ اور رات دن کے اوقات میں اس کی ٹھیک ٹھیک تلاوت کرو اور اس کے پڑھنے پڑھانے کو رواج دو۔ اور اس کے الفاظ کو صحیح طریق سے پڑھو اور جو کچھ قرآن میں بیان ہوا ہے ہدایت حاصل کرنے کی غرض سے اس پر غور و فکر کرو تا کہ تم کامیاب ہو جاؤ۔ اس کی وجہ سے کسی دنیاوی فائدے کی خواہش نہ کرنا بلکہ خدا کی خوشنودی کے لیے اس کو پڑھنا۔　　(مشکوۃ المصابیح کتاب فضائل القرآن)

حضرت عبیدہؓ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اے اہل قرآن! قرآن پڑھے بغیر نہ سویا کرو۔ اور اس کی تلاوت رات کو اور دن کے وقت اس انداز میں کرو جیسے اس کی تلاوت کرنے کا حق ہے۔ اور اس کو پھیلاؤ اور اس کو خوش الحانی سے پڑھا کرو۔ اور اس کے مضامین پر غور کیا کرو تا کہ تم فلاح پاؤ۔

(رواہ البیہقی فی شعب الایمان بحوالہ مشکوۃ المصابیح کتاب فضائل القرآن)

حضرت بشیر بن عبدالمنذرؓ بیان کرتے ہیں کہ جو شخص قرآن مجید خوش الحانی اور سنوار کر نہیں پڑھتا اس کا ہمارے ساتھ کوئی تعلق نہیں۔

نبی کریم ﷺ نے یہ بھی فرمایا ہے کہ جو شخص قرآن کریم کو پڑھتا ہے اور اس کا حافظ ہے وہ ایسے لکھنے والوں کے ساتھ ہوگا جو بہت معزز اور بڑے نیک ہیں۔ اور وہ شخص جو قرآن کریم پڑھتا ہے اور اس کی تعلیمات پر شدت سے کاربند ہوتا ہے اس کے لیے دوہرا اجر ہوگا۔

(بخاری کتاب التفسیر)

حضرت عثمان بن عفانؓ بیان کرتے ہیں کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا: ”تم میں سے وہ بہتر ہے جو قرآن کریم سیکھتا اور دوسروں کو سکھاتا ہے۔

(بخاری کتاب فضائل القرآن باب خیرکم من تعلم القرآن)　بقایا: صفحہ ۲۹

”ہماری کائنات، کہکشاں، سورج اور زمین“

تحریر: رانا محمد حسن خاں

کائنات میں موجود ہر چیز، ہر وقت تبدیل ہوتی رہتی ہے۔ کائنات بننے کا آغاز ہوتے ہی تبدیلی کا عمل شروع ہو گیا تھا اور اس تبدیلی کا عمل کب تک جاری رہے گا یہ کوئی نہیں جانتا۔ کائنات کا آغاز ایک ایسے نقطہ سے ہوا ہے جس میں وقت اور خلا نہیں تھا مگر بگ بینگ ہوتے ہی وقت اور خلا پیدا ہو گئے۔ پھر مختلف گیسیں اور گرد و غبار نے اربوں کہکشائیں بنائیں اور ان کہکشاؤں میں کھربوں ستارے اور ستاروں کے گرد گھومنے والے اربوں ٹریلین سیارے بنا دیے۔ اور یہ سلسلہ ابھی جاری و ساری ہے۔ (یہ بھی یاد رہے کہ ان گیسوں اور گرد و غبار نے جو مادہ بنایا ہے اس کی حیثیت کو ہم یوں سمجھ سکتے ہیں کہ پورے یورپ کو میز سمجھا جائے اور اس میز پر ایک شہد کی مکھی بیٹھی ہو۔ باقی سب خلا ہے۔ ڈارک مادے پر ابھی تک تحقیق جاری ہے۔)

ستارے مر رہے ہیں (ملکی وے کے ۲۰۰ بلین سورجوں میں سے ایک سورج ہر مہینے مرتا ہے) اور پیدا بھی ہو رہے ہیں۔ جدید تحقیق کے مطابق بڑے ستاروں کے بطن سے نئے ستارے بھی پیدا ہوتے ہیں۔ سائنسدانوں نے ایک بہت بڑے ستارے MMa1 جس کا حجم ہمارے سورج سے ۴۰ گنا بڑا ہے کے وجود سے نکلنے والے ستارے MMa2 کا مشاہدہ کیا ہے، اس نئے ستارے کی پیدائش کا منظر سائنسدانوں نے ایک لاکھ نوری برس کی دوری پر دیکھا ہے۔ سائنسدانوں کا خیال ہے کہ نیا پیدا ہونے والا ستارہ جوان ہو کر اپنا نظام لا سکتا ہے یعنی گرد اور گیسز سے تشکیل پانے والے سیارے اس کے گرد گھومیں گے۔ اور یہ سب ایک دم نہیں ہوتا بلکہ اس کے لیے طویل عرصہ درکار ہوتا ہے لاکھوں، کروڑوں اور اربوں برس درکار ہوتے ہیں۔ ہر چیز ارتقاء پذیر ہے، انسان بھی یک دم نہ پیدا ہوا ہے اور نہ ہی پیدا ہوتے ہی ذہانت کی تمام منزلیں طے کرنے کے قابل ہوا ہے۔ بگ بینگ بھی ایک دم نہیں ہوا، دھماکہ ہونا تب ممکن ہوا جب اس میں وہ طاقت پیدا ہو گئی جس سے کائنات تشکیل پا سکے۔ اور اس متوازن ترین طاقت میں اگر معمولی کمی یا زیادتی بھی ہوتی تو کائنات طاقت میں کمی کی صورت میں ڈھیر ہو جاتی اور زیادتی کی صورت میں کائنات اتنی تیزی سے پھیلتی کہ نہ کہکشائیں بنتیں اور نہ ستارے بنتے اور نہ ہی زمین کا بننا ممکن ہوتا۔ تبدیلی کا چلن ایسا چلن ہے جس کے بغیر کائنات قائم نہیں رہ سکتی۔ ہماری کہکشاں میں سائنسدان بتاتے ہیں کہ ایک بلین ستاروں کا کھوج لگا لیا گیا ہے، اور یہ تعداد ایک فیصد بھی نہیں ہے یعنی ملکی وے میں ستاروں کی تعداد دو سو بلین سے بھی زائد ہے۔ ہماری کہکشاں کا ۸۵ فیصد حصہ ڈارک میٹر پر مشتمل ہے، اس لیے ملکی وے کا ٹوٹل وزن کرنا ممکن نہیں ہے۔ ہاں سائنسدانوں نے ملکی وے کے حجم کے متعلق بتایا ہے کہ ہمارے سورج کے حجم سے ۹۶۰ بلین سے دو ٹریلین گنا زیادہ ہے۔ ملکی وے کے گرد چھوٹی کہکشائیں گردش کرتی ہیں اور ان میں سے بعض کہکشائیں ملکی وے کی خوراک بھی بن جاتی ہیں اسی طرح بھٹکے ہوئے ستاروں کو بھی اپنی طرف کھینچ لیتی ہیں۔ ملکی وے کے درمیان میں ایک دیوہیکل بھوت نما بلیک ہول جس کا وزن ۴ ملین سورجوں کے برابر ہے، موجود ہے۔

سائنس دانوں کے اندازے کے مطابق چار ارب سال بعد Andromeda نامی گلیکسی ہماری کہکشاں پر قابو پا کر ہڑپ کر لے گی۔ مگر اس کا فیصلہ وقت کرے گا۔ بہر حال اس وقت Andromeda اور ملکی وے بڑی تیزی سے ایک دوسرے سے ٹکرانے کے لیے ایک دوسرے کی طرف بڑھ رہی ہیں۔ سائنسدانوں کے مطابق دونوں کہکشائیں ایک دوسرے کی طرف ۴ لاکھ کلومیٹر فی گھنٹہ کی رفتار سے بڑھ رہی ہیں۔ ہماری کائنات کو حال ہی میں سائنسدانوں نے ایک بلبلے سے تشبیہ دی ہے۔

اس دنیا میں ہم روز مشاہدہ کرتے ہیں کہ موسم بدلتے ہیں، دن بڑے اور چھوٹے ہوتے ہیں، رات دن میں اور رات دن میں تبدیل ہوتی ہے۔ ایسا ہونا ممکن نہیں کہ ہمیشہ بہار رہے اور نہ ہی ایسا ہوتا ہے کہ

ہمیشہ خزاں رہے۔اس کی وجہ تبدیلی ہے۔چوبیس ہزار نو سو ایک میل قطر رکھنے والی زمین اپنے محور کے گرد ایک ہزار چھ سو ستر کلو میٹر فی گھنٹہ کی رفتار سے گھومتی ہے، چوبیس گھنٹوں میں زمین اپنا ایک چکر پورا کرتی ہے اور اس کے ساتھ ہی زمین ،سورج کے گرد بھی اپنے چاند سمیت ایک لاکھ سات ہزار کلو میٹر فی گھنٹہ کی رفتار سے گھوم رہی ہے اور سورج کے گرد تقریباً تین سو پینسٹھ دن میں اپنا ایک چکر پورا کرتی ہے (زمین کا سورج سے فاصلہ 92,955,807 میل یعنی 149,597,870 کلو میٹر ہے۔)اس طرح زمین ایک برس میں تقریباً ۵۸۴ ملین میل یا ۹۴۰ ملین کلو میٹر سفر کرتی ہے۔یعنی زمین ایک دن میں تقریباً ایک اعشاریہ چھ ملین میل یا دو اعشاریہ چھ ملین کلو میٹر کا فاصلہ طے کرتی ہے۔یا یہ بھی کہہ سکتے ہیں کہ زمین ایک گھنٹے میں ۶۶ ہزار چھ سو ستائیس میل یا ایک لاکھ سات ہزار دو سو چھبیس کلو میٹر کا فاصلہ طے کرتی ہے۔یہ بھی یاد رہے ہمارے سورج سے سے قریب ترین ستارے کا نام ہے Proxima Centauri ۔ زمین سے اس ستارے تک پہنچنے کے لیے روشنی کی رفتار سے چار اعشاریہ تین نوری سال لگیں گے۔اور اگر ہم اپنی کہکشاں ملکی وے کے مرکز میں سیر کرنا چاہتے ہوں تو ہمیں روشنی کی رفتار یعنی ایک لاکھ چھیاسی ہزار میل فی سیکنڈ کی رفتار سے سفر کرنا ہوگا اور یہ سفر تیس ہزار نوری برسوں پر محیط ہوگا۔یاد رہے ایک نوری سال میں نو اعشاریہ چھیالیس ٹریلین کلو میٹر فاصلہ طے ہوتا ہے۔ہماری کہکشاں ملکی وے کا پھیلاؤ ایک لاکھ نوری برسوں پر محیط ہے۔)اور صرف یہی نہیں بلکہ سورج بھی زمین اور اپنے باقی آٹھ دیگر سیاروں اور ان کے چاندوں سمیت اپنی کہکشاں ملکی وے کے مرکز کے گرد چکر لگا رہا ہے۔(جب ہمارا نظام شمسی تشکیل پا رہا تھا تو گیسوں اور گرد و غبار سے بننے والے مادہ کا ننانوے اعشاریہ چھیاسی فیصد حصہ سورج نے لیا تھا اور باقی ۱۴۔۰ فیصد مادہ نے دیگر نو سیاروں اور ان کے چاندوں کو تشکیل دیا تھا)اسی طرح چھوٹی کہکشائیں بھی اپنے سے بڑی کہکشاؤں کے گرد اپنے تمام سورجوں اور ان کے سیاروں اور سیاروں کے چاندوں سمیت گھوم رہی ہیں۔اسی دوران چھوٹی کہکشائیں بڑی کہکشاؤں میں مدغم بھی ہو رہی ہیں۔اور اب یہ خیال بھی ظاہر کیا جا رہا ہے کہ کائنات بھی ایک نہیں ہے، بلکہ کہکشاؤں کی طرح بے شمار ہو سکتی ہیں اور مدغم بھی ہو رہی ہو سکتی ہیں اور ایک دوسرے کے گرد شاید گھوم بھی رہی ہیں۔شاید ان کائناتوں میں ہماری کائنات کی حیثیت ہماری زمین جیسی ہی ہو۔

کائنات پر غور کرنے سے صاف دکھائی دیتا ہے کہ کمزوری ایسی بیماری ہے جس کا کوئی علاج نہیں سوائے اس کے کہ اسے کسی طریقے سے توانائی مل جائے۔اس کا مشاہدہ ہم بلیک ہول کی صورت میں کر سکتے ہیں۔مرتے ہوئے بڑے ستارے کا مادہ نہایت کثیف ہو کر اپنے مرکز کی طرف منتقل ہو جاتا ہے اور یہ توانائی کا ایسا مرکز بن جاتا ہے جس کی قوت نا صرف قریبی ستاروں کو نگل جاتی ہے بلکہ اس کی طاقت وقوت سے روشنی بھی نہیں بچ سکتی ہے۔اور پھر ایک ایسا وقت بھی آتا ہے کہ بلیک ہول میں وقت اور خلا صفر ہو جاتے ہیں۔اور وہی ستارہ جو کمزوری کے باعث مر سا گیا تھا اس قدر قوت حاصل کر لیتا ہے کہ جب وہ پھٹتا ہے تو نئے ستارے خلا میں بکھر جاتے ہیں۔بلیک ہول کے قریب درجہ حرارت ۱۰ بلین سینٹی گریڈ ہوتا ہے کیونکہ اس کے اندر لاکھوں سورجوں کا ملبہ پڑا ہوتا ہے۔

کائنات کی وسعتوں میں جب ہم زمین سے دیکھتے ہیں تو وہ ہر گز وہ نہیں ہوتا جو ہم دیکھتے ہیں، ہم وہ بھی دیکھتے ہیں جو وہاں سرے سے موجود ہی نہیں ہے۔مثال کے طور پر سورج کی روشنی زمین پر آٹھ منٹ میں پہنچتی ہے، اس طرح ہم جو سورج دیکھتے ہیں وہ آٹھ منٹ پہلے والا ہوتا ہے۔مزید سمجھانے کے لیے کہہ سکتے ہیں کہ اگر سورج بجھ جائے تو زمین پر بجھنے کے بعد بھی آٹھ منٹ تک زمین پر چمکتا دکھائی دے گا۔اسی طرح کائنات میں وہ ستارے جو اربوں سال پہلے مر چکے ہیں وہ بھی زمین سے زندہ دکھتے ہیں کیوں کہ ان کی وہ روشنی جو ان کی جوانی میں چلی تھی وہ اب زمین پر پہنچی ہے۔ہاں اب ایسی ستاروں کی روشنی بھی دیکھی جا چکی ہے جب وہ مر رہے تھے اور منظر سے غائب ہو رہے تھے۔ اگر غور کیا جائے تو سمجھا جا سکتا ہے کہ ہر انسان زمین پر مرتا ہے مگر کائنات میں زندہ رہتا ہے اور بچپن سے مرنے تک چلتا پھرتا، مر کر بھی کائنات میں کہیں نہ کہیں زمین پر دکھائی دے سکتا ہے۔مثال وہی ہے کہ زمین کی روشنی کتنی دیر میں کہاں پہنچتی ہے۔اگر کسی ایسے سیارے پر

پر بیٹھ کر دیکھا جائے جس پر زمین کی روشنی ایک ہزار سال بعد پہنچتی ہے تو وہ ایک ہزار سال پہلے کے انسانوں کو زمین پر دیکھ سکتا ہے۔

ہماری کائنات کا ذرہ ذرہ ربّ العالمین نے بنا کر ہمارے لیے مسخر کر دیا ہے۔ہماری زندگیاں کسی صورت بھی اللہ تعالیٰ کی رحیمیت اور رحمانیت کے بغیر ایک لمحہ بھی قائم نہیں رہ سکتیں۔اگر سورج زمین کے قریب ہوتا یا قریب ہو جائے تو زمین راکھ بن کر بکھر جائے اور اسی طرح اگر چاند زمین کے قریب ہوتا یا قریب ہو جائے تو زمین پر کوئی چیز باقی نہ رہتی، ہر چیز پانی میں ڈوب جاتی۔سمندروں کی لہریں ماؤنٹ ایورسٹ پہاڑ کو بھی ڈبو دیتیں، اگر اللہ تعالیٰ زمین پر اوزون کا غلاف نہ چڑھاتا تو آسمان سے برسنے والے شہاب ثاقب اور قاتل شعائیں زمین کو آگ کا ایسا سمندر بنا دیتیں جس میں کسی بھی قسم کی زندگی کا تصور نہ ہوتا۔اللہ تعالیٰ ہمیں شکر کرنے کی توفیق دے۔آمین

حمد و ثناء اسی کو جو ذات جاودانی
ہمسر نہیں ہے اس کا کوئی نہ کوئی ثانی

بقایا: شمائل نبوی ﷺ (4)

حضرت ابوبکرؓ نماز پڑھا رہے تھے، آپ ﷺ نے ان کے بائیں پہلو میں امام کی جگہ بیٹھ کر نماز پڑھا رہے تھے۔آپ ﷺ نے ان کے بائیں پہلو میں امام کی جگہ بیٹھ کر نماز پڑھائی اور یوں آخر دم تک خدا کی عبادت کا حق ادا کر کے دکھا دیا۔

(بخاری کتاب المغازی باب مرض النبی ووفاتہ: 4088، اسوہ انسان کامل ص 61)

10۔ زندگی کی آخری خوشی: دنیا میں آپ ﷺ کی آخری خوشی بھی نماز کی خوشی تھی، جب آپ ﷺ نے سوموار کے دن (جس دن دنیا سے کوچ فرمایا) فجر کی نماز کے وقت اپنے حجرے کا پردہ اٹھا کر دیکھا تو صحابہ محو عبادت تھے۔اپنے غلاموں کو نماز میں دیکھ کر آپ ﷺ کا دل سرور سے بھر گیا، خوشی سے چہرے پر تبسم کھیلنے لگا۔

(بخاری کتاب الاذان باب اھل العلم والفضل احق بالامامۃ: 639، اسوہ انسان کامل ص 61)

آپ ﷺ نے سچ ہی تو فرمایا کہ میری آنکھوں کی ٹھنڈک نماز ہے۔ایسے اہتمام سے ادا کی جانے والی نمازیں محبت الٰہی اور خشوع وخضوع سے کیسی بھری ہوئی ہوتی ہوں گی۔

بقایا: قرآن مجید کے فضائل وبرکات

نبی کریم ﷺ ایک اور ترغیب دیتے ہوئے فرماتے ہیں:۔

''اونچی آواز سے قرآن پڑھنے والا ایسا ہے جیسے لوگوں کے سامنے خیرات کرنے والا اور آہستہ آواز میں قرآن پڑھنے والا ایسا ہے جیسا چپکے سے خیرات کرنے والا'' (سنن ابی داؤد)

نبی کریم ﷺ نے یہ بھی فرمایا ہے کہ ''جس شخص نے قرآن پڑھا اور اس پر عمل کیا تو قیامت کے روز اس کے ماں باپ کو دو تاج پہنائے جائیں گے جن کی روشنی سورج سے بھی زیادہ ہوگی، جو ان کے دنیا کے گھروں میں ہوتی تھی۔پھر جب اس کے والدین کا یہ درجہ ہے تو خیال کرو کہ اس شخص کا کیا درجہ ہوگا جس نے قرآن پر عمل کیا۔'' (سنن ابی داؤد کتاب الوتر۔باب ثواب قراءۃ القرآن)

حضرت ابوموسیٰ اشعریؓ کہتے ہیں کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا:۔

''اس مومن کی مثال جو قرآن مجید پڑھتا ہے نارنگی کی طرح ہے اس کی خوشبو بھی عمدہ ہے اور مزا بھی عمدہ ہے اور اس مومن کی مثال جو قرآن مجید نہیں پڑھتا کھجور کی طرح ہے اس کی خوشبو تو نہیں ہے اور مزا میٹھا ہے۔اور اس منافق کی مثال جو قرآن مجید پڑھتا ہے نیاز بو کی طرح ہے۔اس کی خوشبو تو اچھی ہے مگر مزا کڑوا ہے۔اور اس منافق کی مثال جو قرآن مجید نہیں پڑھتا (اندرائن) کی طرح ہے جس کی خوشبو بھی کوئی نہیں اور مزا بھی کڑوا ہے۔ (صحیح مسلم)

عصر حاضر میں مسلمانوں کی تباہ کن حالت کی سب سے بڑی وجہ قرآن مجید سے دوری اختیار کرتے ہوئے جہالت پر منہ مارنا بنا ہے۔اور جو قرآن مجید سے دوری اختیار کرتا ہے وہ ذلت ومسکنت کا شکار ہو جاتا ہے۔دیگر اقوام کی ترقی وخوشحالی کا باعث بھی جو خصوصیات بنی ہیں وہ سب خاتم الکتب میں مذکور ہیں۔صد حیف! علم ومعرفت کا خزانہ رکھنے والے، معمولی علم کے لیے بھی مغرب کی طرف دیکھتے ہیں۔حضرت امام مالکؒ کہتے ہیں انہیں یہ بات پہنچی ہے کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا: ''میں نے تم میں دو باتیں ایسی چھوڑی ہیں کہ جب تک ان پر مضبوطی سے قائم رہو گے تم گمراہ نہیں ہوگے۔ایک اللہ کی کتاب اور دوسری سنت نبویؐ ہے۔(مؤطا امام مالکؒ) اللہ تعالیٰ ہم سب کو قرآن مجید کو سیرت محمد ﷺ کے مطابق پڑھنے اور عمل کرنے کی توفیق دے۔آمین

’’بُرقعہ پوش کتابیں‘‘

رانا محمد حسن خاں۔لندن

گزشتہ دنوں ایک کتاب ’’علماء سوٗ‘‘ نامی پڑھتے ہوئے ایک باب جس کا عنوان ادبی چوریاں تھا نے چونکا دیا۔اس ادبی چوریاں نامی باب میں ابوالنعمان رضا بریلوی کی کتاب برقعہ پوش کتابیں کے حوالہ سے لکھا تھا:۔

’’آپ کے ذہن میں یہ سوال اُٹھ رہا ہوگا کہ بھائی یہ بُرقعہ پوش خواتین اور بُرقعہ پوش مولوی تو دیکھے اور سُنے لیکن یہ بُرقعہ پوش کتابیں؟ کیا آج کل کتابوں نے بھی بُرقعہ پہننا شروع کر دیا ہے؟؟ اِن کا بُرقعہ کیسا ہوتا ہے؟؟ وغیرہ وغیرہ سوال آپ کے ذہن میں پیدا ہو رہے ہوں گے ،جی ہاں ! خواتین کے ساتھ ساتھ مولویوں (مولوی عبدالعزیز لال مسجد والے) نے تو بُرقعے پہنے۔لیکن ایک کتاب ہماری نظر میں جس نے کئی سالوں سے بُرقعہ پہن کر ایک مولوی کو معزز و مجدد و حکیم الاُمّت بنایا ہوا ہے۔یہ مولوی بھی اسی جماعت سے ہیں جس کے اکثر مولوی بُرقعہ میں نظر آتے ہیں،اور اُن میں حکیم الاُمّت صرف ایک ہے،،جی ہاں کوئی اور نہیں ہم جناب اشرف علی تھانوی کی ہی بات کر رہے ہیں اور اُن کی وہ کتاب جو کئی سالوں سے بُرقعہ پہنے اب بھی دیوبندی مکاتب سے پبلش ہو رہی ہے،اس کا اصل نام ’’المصالح العقلیہ الاحکام النقلیہ‘‘ ہے یہ کراچی کے دیوبندی مکتبہ دارالاشاعت سے ’’احکام اسلام عقل کی نظر میں‘‘ اب بھی چھپ رہی ہے۔

لگتا ہے آپ کو ابھی بھی سمجھ نہیں آیا تو جناب سمجھ آئے گا بھی کیسے ہم نے ابھی تک آپ کو اِس کی تفصیل بیان ہی نہیں کی ،لیجیئے سُنیئے ! مرزا غلام احمد قادیانی کی کتابوں کو حکیم الدیوبند اشرف علی تھانوی صاحب نے اپنے نام کا بُرقعہ پہنا کر اضافہ کے ساتھ پبلش کروادی۔‘‘

(بُرقعہ پوش کتابیں از ابوالنعمان رضا ۲۲ نومبر ۲۰۰۹ء اسلامی ایجوکیشن ڈاٹ کام)

جناب ابوالنعمان رضا بریلوی صاحب کا یہ بیان پڑھ کر بے حد حیرت ہوئی۔اور تحقیق کے لیے دل کو مجبور پایا۔علما سو نامی کتاب میں وہ سب کچھ موجود تھا جسے پڑھ کر کوئی بھی ذی شعور انسان اس ادبی سرقہ کو مولوی اشرف علی تھانوی صاحب کی اخلاقی موت قرار دے گا۔میں نے تھانوی صاحب کی کتاب ’’احکام اسلام عقل کی نظر میں‘‘ کا مطالعہ کیا تو ساری کتاب میں بانی جماعت احمدیہ کا نہ نام ملا اور نہ ان کی کسی کتاب کا حوالہ موجود تھا مگر مرزا صاحب کی تحریرات کے ڈھیروں صفحات معمولی تصرف یا بغیر تصرف کیے موجود تھے۔ابو النعمان نے جو حوالے دیے ہیں وہ بالکل ٹھیک ہیں۔آیئے ان کے بیان کیے حوالے دیکھتے ہیں اور عظیم ادبی سرقہ پر اپنا سر دھنتے ہیں:۔

وجوہ حرمت خنزیر

بانی سلسلہ احمدیہ مرزا غلام احمد صاحب قادیانی لکھتے ہیں:۔

’’اس بات کا کس کو علم نہیں کہ یہ جانور اوّل درجہ کا نجاست خور اور نیز بے عزّت اور دیوث ہے۔اب اس کے حرام ہونے کی وجہ ظاہر ہے کہ قانون قدرت یہی چاہتا ہے کہ ایسے پلید اور بد جانور کے گوشت کا اثر بھی بدن اور رُوح پر بھی پلید ہی ہو کیونکہ ہم ثابت کر چکے ہیں کہ غذاؤں کا بھی انسان کی رُوح پر ضرور اثر ہوتا ہے۔پس اس میں کیا شک ہے کہ ایسے بد کا اثر بھی بد ہی پڑے گا۔جیسا کہ یونانی طبیبوں نے اسلام سے پہلے ہی یہ رائے ظاہر کی ہے کہ اس جانور کا گوشت بالخاصیت حیا کی قوت کو کم کرتا ہے اور دیوثی کو بڑھاتا ہے۔‘‘ ’’اسلامی اصول کی فلاسفی‘‘ صفحہ ۲۴ (طبع اوّل ۱۸۹۷ء)

مولوی اشرف علی تھانوی صاحب لکھتے ہیں:۔

’’اس بات کا کس کو علم نہیں کہ یہ جانور اوّل درجہ کا نجاست خور اور بے غیرت و دیوث ہے۔اب اس کے حرام ہونے کی وجہ ظاہر ہے کہ ایسے بد اور پلید جانور کے گوشت کا اثر بدن اور رُوح پر بھی پلید ہی ہوگا۔کیونکہ یہ بات ثابت شدہ اور مسلّم ہے کہ غذاؤں کا اثر بھی انسان کی رُوح پر ضرور ہوتا ہے۔پس اس میں کیا شک ہے کہ

ایسے بد کا اثر بھی بد ہی ہوگا۔جیسا کہ یونانی طبیبوں نے اسلام سے پہلے بھی یہ رائے ظاہر کی ہے کہ اس جانور کا گوشت بالخاصہ حیا کی قوت کو کم کر دیتا ہے اور دیوثی کو بڑھاتا ہے۔'' (احکام اسلام عقل کی نظر میں از مولوی اشرف علی تھانوی صفحہ ۲۰۵۔اشاعت نومبر ۲۰۰۹ء۔طابع القادر پرنٹنگ پریس کراچی۔ناشر مکتبہ عمر فاروق شاہ فیصل کالونی کراچی)

بانی جماعت احمدیہ اپنے کتاب اسلامی اصول کی فلاسفی کے صفحہ ۱۳۵،۱۳۶ پر تحریر کرتے ہیں:۔

''غرض یہ جسم جو اعمال کی کیفیت سے ملتا ہے۔یہی عالم برزخ میں نیک و بد کی جزاء کا موجب ہو جاتا ہے۔**میں اس میں صاحب تجربہ ہوں۔** مجھے کشفی طور پر عین بیداری میں بارہا بعض مُردوں کی ملاقات کا اتفاق ہوا ہے۔اور میں نے بعض فاسقوں اور گُمراہی اختیار کرنے والوں کا جسم ایسا سیاہ دیکھا کہ گویا وہ دھوئیں سے بنایا گیا ہے۔''

(''اسلامی اصول کی فلاسفی'' صفحہ ۲۴ (طبع اوّل ۱۸۹۷ء)

مولوی اشرف علی تھانوی صاحب اپنے ایک طویل مضمون ''انسان کو قبر میں عذاب وثواب ملنے کا نمونہ'' کے بیچ لکھتے ہیں:۔

''غرض یہ جسم جو اعمال کی کیفیت سے بنتا ہے۔یہی عالم برزخ میں نیک و بد کی جزاء کا موجب ہو جاتا ہے۔**اصحاب مکاشفہ کو عین بیداری میں مُردوں سے ملاقات ہوتی ہے۔** اور وہ فاسقوں اور گُمراہی اختیار کرنے والوں کا جسم ایسا سیاہ دیکھتے ہیں کہ گویا وہ دھوئیں سے بنایا گیا ہے۔'' (احکام اسلام عقل کی نظر میں صفحہ ۲۵۹۔اشاعت نومبر ۲۰۰۹ء)

اس اقتباس کے اختتام پر ابوالنعمان رضا بریلوی لکھتے ہیں کہ ''مرزا (صاحب) نے اپنا ذاتی تجربہ لکھ کر اپنے آپ کو اہل کشف ثابت کیا تو دوسری طرف مولوی اشرف علی تھانوی نے مرزا (صاحب) کو ''**اصحاب مکاشفہ**'' میں شامل کر کے اس کے ان کے تمام دعوؤں کو سچ ہونے کا اعلان کر دیا۔دیوبندی کے قاسم الکذاب مولوی قاسم نانوتوی نے ختم نبوت پر ڈاکہ ڈالتے ہوئے تحذیر الناس لکھ ماری،جس کا فائدہ مرزا غلام (احمد صاحب) قادیانی نے اٹھایا تو مربی دیوبندی مولوی رشید احمد گنگوہی نے مرزا غلام (احمد صاحب) قادیانی کو ''**مرد صالح**'' ہونے کا فتویٰ دیا اور لدھیانہ کے بازاروں میں اس کا اعلان مولوی شاہ دین اور مولوی عبدالقادر نے روبرو مریدان ومنشی احمد جان و متبعانِ قادیانی کے کیا۔تو دوسری طرف بیمارِ دیوبند مولوی اشرف علی تھانوی مرزا غلام (احمد صاحب) قادیانی کو ''**اصحاب مکاشفہ**'' **میں شمار کر کے رہی سہی کثر پوری کر دی۔**''

بانی جماعت احمدیہ مرزا غلام احمد صاحب قادیانی اپنی کتاب ''اسلامی اصول کی فلاسفی'' کے صفحہ ۴۷ پر لکھتے ہیں:۔

''اس میں کیا شک ہے کہ بے قیدی ٹھوکر کا موجب ہو جاتی ہے۔اگر ہم ایک بھوکے کُتّے کے آگے نرم نرم روٹیاں رکھ دیں اور پھر اُمید رکھیں کہ اس کُتّے کے دِل میں خیال تک ان روٹیوں کا نہ آوے تو ہم اپنے اس خیال میں غلطی پر ہیں۔سو خُدا تعالیٰ نے چاہا کہ نفسانی قویٰ کو پوشیدہ کارروائیوں کا موقع بھی نہ ملے اور ایسی کوئی بھی تقریب پیش نہ آوے جس سے بدخطرات جُنبش کر سکیں۔''

مولوی اشرف علی تھانوی اپنی کتاب احکام اسلام عقل کی نظر میں کے صفحہ ۲۷۱ پر اپنے مضمون ''مستورات اور مردوں کے اسلامی پردہ کے وجوہ میں لکھتے ہیں:۔

''اور اس میں کیا شک ہے کہ بے قیدی ضرور گناہ کا موجب ہو جاتی ہے۔اگر ہم بھوکے کُتّے کے آگے نرم نرم روٹیاں رکھ دیں اور پھر اُمید رکھیں کہ اس کُتّے کے دِل میں خیال تک ان روٹیوں کا نہ آوے تو ہم اپنے اس خیال میں غلطی پر ہیں۔سو خُدا نے چاہا کہ نفسانی قویٰ کو پوشیدہ کارروائیوں کا موقع بھی نہ ملے اور ایسی کوئی بھی تقریب پیش نہ آوے جس سے بدخطرات جُنبش کر سکیں۔'' (''اور'' کا اضافہ کیا ہے۔''**ضرور گناہ**'' ٹھوکر کی جگہ لکھا ہے۔''**تعالیٰ**'' نہیں لکھا۔باقی تمام تحریر جوں کی توں لکھی ہے)

(احکام اسلام عقل کی نظر میں صفحہ ۲۷۱۔اشاعت نومبر ۲۰۰۹ء)

جناب ابوالنعمان رضا بریلوی نے اپنی کتاب میں مولوی اشرف علی تھانوی صاحب کے ادبی سرقہ کو آڑے ہاتھوں لیا ہے،شاید ابھی تک ان کی،بریلوی مولویوں کی نقاب پوش ایسی کتابوں پر نظر نہیں پڑی جن میں مرزا صاحب کی تحریرات جگمگا رہی ہیں۔اگلی قسط میں انشاء اللہ چند مزید مولویوں کے ادبی سرقہ کی کہانیاں بیان کی جائیں گی۔

’’یہ مونچھیں!!‘‘

تحریر: زکریا ورک، ٹورنٹو کینیڈا

ایک زمانہ وہ بھی تھا کہ مونچھ مرد کی زینت اور ڈاڑھی اس کی عزت ہوتی تھی۔ مونچھ اور داڑھی کا چولی دامن کا ساتھ تھا۔ لیکن چرخ گردوں کو یہ یکجائی نہ بھائی اور زمانے کی رفتار نے ان کو لب ورخسار سے مٹا کر ہی دم لیا۔ مونچھ راجپوتوں کی آن اور مغلوں کی شان تھی۔ ہندوستانیوں کی عظمت اس سے تھی۔ داڑھی کا لازمی احترام اور اس کا منڈوانا حرام خیال کیا جاتا تھا۔ کلنک کا ٹیکہ لگنے اور ناک کٹنے سے بچنے کی طرح سفید ڈاڑھی کے مالک اس کو کالک لگنے سے بچاتے اور اس پر جان چھڑکتے تھے۔

مختلف ادوار میں انواع واقسام کی مونچھیں عالم وجود میں آئیں اور مفقود ہوگئیں۔ جس طرح دو آدمی ایک شکل کے نہیں ہوتے اس طرح دو مونچھیں کبھی یکساں نہیں ہوتیں۔ ہر مرد کی مونچھ بلا کسی موازنہ ایک نمونہ ہوتی اور ہر مرد بلا کسی فرق اپنی مونچھ پر ناز کرتا ہے۔ کیا امیر کیا فقیر ہر ایک اپنی اپنی مونچھ میں مست۔ دنیا کے ہر ملک ہر مذہب ہر قوم میں مردوں کے چہروں پر مونچھیں پائی گئیں ہیں۔ کسی جگہ زیادتی سے اور کسی جگہ کمی سے۔ بانکے، ترچھے، رنگیلے، موٹے، دبلے، پتلے، جوان، بوڑھے ہر مرد کے چہرے پر مونچھ کی پوچھ ہوتی ہے۔

مونچھوں میں خاص رومانیت بھی ہے جس طرح عورت ہمہ صفت کا تصور بغیر گیسوئے پیچدار بیکار ہے اسی طرح بغیر مونچھ کے مرد کا تخیل بالکل خارج العقل ہے۔ مرد کے مونچھ نہ ہونا دراصل عورت کی نقل ہے۔ پرانے زمانے میں عورتیں الفت ومحبت کے گانے وترانے گاتیں کہ مونچھ پیا کے دیکھ کر جیا ڈول گیا رے۔ بالم پردیسی جیسی مونچھوں والے مرد سے ہر عورت بلا حیل حجت محبت کرتی اور جان چھڑکتی ہے۔ مرد ایک طرف عورت کے گیسوئے بل دار دیکھ کر دام میں گرفتار ہوتے تو دوسری طرف مونچھ تاؤدار سے رام کر لیتے۔ الغرض مونچھ وجیہہ شکل ہونے دلیل تھی اور عورت کی عصمت کی طرح مونچھ کی بیش بہا قیمت تھی۔

اگر آپ پوچھیں کہ عورت بغیر مونچھ والے مرد سے کیوں محبت کرتی ہے؟ تو ہمیں وہ مثل یاد آتی ہے کہ دل لگا پونچھ سے تو مونچھ کیا چیز ہے؟ ایک بات کا ہمیں اعتراف ہے مونچھ کا اقتدار زیادہ دیر برقرار نہیں رہا۔ حسن کی نمائش کا زمانہ شروع ہوا، مونچھ والے آزمائش میں پڑ گئے اور بہت جلد عورت کی فرمائش پر مونچھ غائب ہوگئی۔ مونچھ کیا غائب ہوئی چہرے کا نور اور دل کا سرور کافور ہوگیا۔ اب نہ وہ پہلی سی الفت ہے نہ اگلی سی محبت اور اگر محبت ہے بھی تو پہلا سا جوش وخروش فراموش ہوگیا ہے۔

مونچھوں کی اقسام

مونچھ کی موٹی موٹی قسمیں یہ ہیں: بلدار، کس دار، پیچ دار، تاؤدار، خمدار، کمان دار، تلوار، کٹار والی مونچھیں، اس کے علاوہ راجاؤں، نوابوں، منتری، سنتری، زمیندار، تھانیدار، چوکیدار، جمعدار والی مونچھیں۔ اس کے علاوہ: گھنی، چھتری، چھوٹی، بڑی، نیچی، الٹی، سیدھی، گھنی چھٹی، آدمی پونی، غرضیکہ جیومٹری کے تمام زاویوں اور حساب کے تمام قاعدوں کی رو سے انواع واقسام کی مونچھیں مختلف مردوں کے چہروں کی زیبائش ونمائش بنی ہوئی ہیں۔ مونچھوں کی علاقائی قسمیں بھی ہیں مثلاً پنجابی، رامپوری، الوری، رامپوری، جودھ پوری اور پشاوری وغیرہ پنجاب میں کہاوت ہے **جدی مچھ نہیں اوہ کچھ نہیں** ۔ شاید اسی لئے پاکستان کے ایک صدر کی مونچھیں ضرب المثل تھیں۔ اور گورنر پنجاب امیر محمد خاں کو لوگ ان کے نام سے زیادہ ان کی مونچھوں کی وجہ سے زیادہ پہچانتے تھے۔

سابق صدر پاکستان ایوب خان

سابق گورنر پنجاب امیر محمد خان

شاعر حضرات مونچھ کو مسیں بھیگنا اور سبزہ اگنا سے تشبیہ دیتے ہیں۔ پہلی قسم کی چل چلاؤ والی مونچھ۔ بڑی لمبی چوڑی مونچھیں۔ بغیر قینچی کے کام اور بغیر لگام کے بیل کی طرح مونڈھے چڑھتی ہیں۔ یہ مونچھیں خودرو ہوتی ہیں اور چہرے کو دیکھ کر معلوم ہوتا ہے کہ برسات آئی ہوئی اور ہریالی چھائی ہوئی ہے۔

دوسری قسم ہے رکھ رکھاؤ والی مونچھ۔ جس طرح مالی ڈالی کی کانٹ چھانٹ کرتا اسی طرح مونچھ کی تراش خراش ہوتی ہے۔ چہرے کو دیکھ کر معلوم ہوتا ہے کہ ایک سجی دھجی کیاری ہے جس میں نہر جاری ہے۔

تیسری قسم ہے دیکھ دکھاؤ والی مونچھ۔ سبزہ اگنے کی طرح مہین مہین اور کہیں کہیں نمودار ہوتی ہے۔ استرے کے استعمال سے مختلف اشکال بنتی بگڑتی رہتی ہیں۔ چہرے دیکھ کر معلوم ہوتا ہے کہ ایک آراستہ پیراستہ گلدستہ ہے جو دن رات نظارہ دے رہا ہے جس طرح مصور کا برش پردے پر طرح طرح کے پھول بناتا ہے۔ حجام کا استرہ چہرے پر طرح طرح کے گل کھلاتا ہے اور مصور کے artistic touches کی طرح حجام بھی فنشنگ ٹچز دیتا ہے۔ اور ایسا کمال دکھاتا ہے کہ آئینے میں اپنا جمال دیکھ کر دھوکا ہوتا ہے۔ اس قسم کی مونچھیں طلباء اور ایکٹروں میں رائج ہیں۔

چوتھی قسم ہے کھینچ کھچاؤ والی اونچی نیچی مونچھ جس کو دیکھ کر گھڑی کی سوئیوں کا گمان اور وقت کا دھیان ہوتا ہے۔ اونچی مونچھیں دیکھ کر معلوم ہوتا ہے کہ ۳ بجنے میں ۱۵ منٹ ہیں اور نیچی مونچھ دیکھ کر معلوم ہوتا ۴ بجنے میں ۳۰ منٹ ہیں۔

انسان اور حیوان

مونچھ انسان اور حیوان میں بلاشبہ رعب و دبدبہ کی شے ہے۔ شیر کو دیکھئے اس کی مونچھ ہوتی ہے اور وہ جنگل کا بادشاہ کہلاتا ہے۔ مونچھ ہی کی بدولت بابر بادشاہ نے شیر کی طرح حکومت کی۔ مونچھ ہی کی بدولت اکبر نے سب کو زیرو زبر کر ڈالا۔ مونچھ ہی کے بل پر جہانگیر کو شہرت و حکومت نصیب ہوئی۔ مونچھوں سے وکٹوریہ کراس اور دور حاضر کا ویر چکر یا ستارہ امتیاز کی طرح کا خاص امتیازی درجہ حاصل ہوتا تھا۔ تھانیدار کی چوکیدار پر فوقیت اس کی مونچھوں سے تھی۔ زمیندار کی کاشت کار سے زیادہ عزت اس کی مونچھوں سے تھی۔

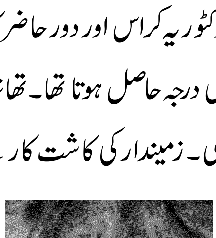

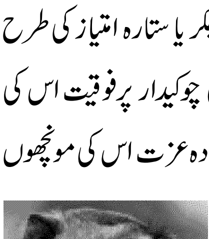

مغل بادشاہ جلال الدین محمد اکبر

مونچھ کی تاریخی اہمیت بھی ہے۔ سکندر کے حملے اور پورس کے حملے کا ذکر تمام تاریخی کتابوں میں ہے۔ ہمیں اس سے بحث نہیں کہ سکندر نے کیا کہا پورس نے کیا جواب دیا تھا۔ حقیقت یہ ہے کہ پورس کے برتاؤ اور اس کی مونچھ کی تاؤ سے سکندر مرعوب ہو گیا اور مغلوب کو رہا کر دیا تھا۔ سکندر کی فوج میں کسی فوجی کو داڑھی کی اجازت نہیں تھی کیونکہ داڑھی پکڑ کر گردن کاٹنا آسان ہوتا تھا۔

راجپوت اور مونچھ: مونچھ کا مان سب سے زیادہ راجپوتوں میں تھا اور ان کی خود کی آن بان مونچھوں سے تھی۔ راجپوت اپنے تاج کی طرح مونچھ کی لاج کیلئے اپنی جان کی بازی لگا دیتے تھے۔ ہر راجپوت کی عزت وقار ہمت و شجاعت مونچھ سے تھی۔

راجہ مہارانا پرتاب

مونچھ سے متعلق بہت سی باتیں ضرب المثل ہیں: مونچھوں پر تاؤ دکھانا، مونچھیں نیچی کرنا، مونچھ منڈوا دینا۔ جس راجپوت کی مونچھ تاؤ دار ہوتی وہ گویا علم بردار ہوتا۔ جب صورت دکھانے کے قابل نہ رہا تو گویا مونچھ منڈھ گئی۔ غرضیکہ تاریخ میں راجپوتوں کا دور دورہ مونچھوں کا سنہری دور تھا۔

مونچھ اور موسیقار: عہد گزشتہ میں آواز وساز کے استاد لمبی چوڑی مونچھوں کی دولت سے مالا مال تھے اور گویا سر تال سے مونچھ کے بال کو مناسبت تھی۔ بڑے استاد راگ چھیڑتے اور مونچھ پر ہاتھ پھیرتے ساز پر مضراب کی چوٹ کے ساتھ مونچھ میں اضطراب ہوتا۔ استاد جب عالم کیف وسرور میں دھوم سے جھوم اٹھتے تو ایسا معلوم ہوتا کہ مونچھ میں ساز کی جھنکار کے ساتھ انتظار ہے۔ تحقیق سے پتہ چلتا ہے کہ پہلے استادوں کی مونچھیں بڑی تھیں۔ عالم موسیقی کمال پر تھا۔ اب مونچھیں چھوٹی ہوگئی ہیں اور اس علم کا زوال شروع ہوگیا ہے۔ آج کل کے فلمی گانوں کو ایکٹروں کی مونچھوں سے مناسبت ہے۔

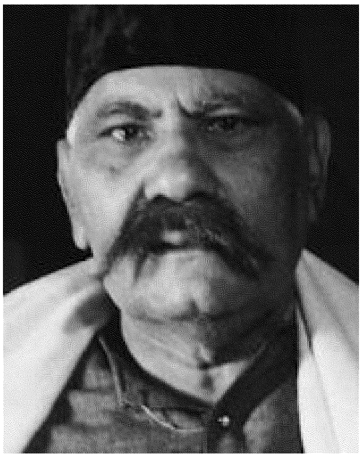
پٹیالہ گھرانہ کے استاد بڑے غلام علی خان

حکومت اور سیاست کو بھی مونچھ کے تاؤ سے خاص لگاؤ ہے۔ دوسری جنگ عظیم میں ٹوجو، مسولینی، ہٹلر اور سٹالن میدان کارزار میں خم ٹھونک کر جم گئے تھے۔ مسولینی اور ٹوجو کی مونچھیں نہیں تھیں۔ وہ بری طرح ہارے اور مارے گئے۔ ہٹلر کی آدھی مونچھیں تھیں۔ یورپ کے کئی ممالک پہلے ہی وار میں ہار مان گئے تھے۔ لیکن آخر میں ہٹلر کے قدم اکھڑ گئے اور وہ اپنی تاریخی چھوٹی سی مونچھ سمیت نیست ونابود ہوگیا۔ کاش مسولینی اور ٹوجو تاریخ کا مطالعہ کر لیتے اور مونچھ رکھ لیتے۔ اور کاش ہٹلر بھی تاریخ پڑھ لیتا اور آدھی مونچھ کی تھیوری سمجھ لیتا تو جنگ کا رخ کچھ اور ہی ہوتا۔ سٹالن میدان کارزار میں سیسے کی پگلی دیوار بن کر کھڑا رہا۔ اس کی لمبی مونچھیں آڑے وقت میں کام آئیں اور ان کی آب وتاب کے سامنے ہٹلر بھی کامیاب نہ ہوا۔ اس نے جلد ہی مونچھوں کے بل پر جنگ عظیم دوم کا نقشہ بدل ڈالا۔

جوزف اسٹالن

مونچھیں مختلف ادوار میں: ایران کے تمام بادشاہ داڑھی رکھتے تھے۔

ہندوستان میں سادھو لمبی لمبی ڈاڑھیاں رکھتے تھے جو ان کی نیکی اور دانشمندی کی دلیل تھی۔ قدیم یونان میں لوگ ڈاڑھی رکھتے تھے مگر چہرہ صاف رکھنے کا رواج سکندر اعظم کے زمانے میں شروع ہوا تھا۔ سلطنت عثمانیہ میں تمام سلطان داڑھی رکھتے تھے۔ دنیا کی چند مشہور شخصیات جن کے چہرے ڈاڑھی سے مزین تھے وہ یہ ہیں: سقراط، چارلس ڈاراون، چی گویرا، کارل مارکس، ابراہام لنکن، سگمنڈ فرائڈ، ارنسٹ ہیمنگوے۔ جتنے مسلمان سائنسدان ہو گزرے وہ ڈاڑھی رکھتے تھے: زکریا الرازی، البیرونی، ابن سینا، الہیثم، ابوالقاسم الزہراوی، ابن رشد، نورلدین بطروجی، ابن باجہ، نصیرالدین طوسی۔

ماہر ریاضی وفلاسفر الکندی

گنس بک آف ریکارڈ کے مطابق 2012ء میں سب سے لمبی مونچھیں ہندوستان کے رام سنگھ چوہان کی تھیں جو 14 فٹ لمبی تھی۔

ایک ماہر نے ہماری خط تراشی کا جو تجزیہ پیش کیا تو پتہ چلا کہ ایک آدمی کی ڈاڑھی میں کم وبیش بیس ہزار بال ہوتے ہیں۔ آدمی کے مرکزی رخسار پر بال اگتے ہیں جہاں یہ ایک مربع انچ میں سات سو پچاس بال ہوتے ہیں۔ جنوبی امریکہ میں انکاس Incas باشندے ایسے استرے استعمال کرتے تھے جو قدیم ترین کہلاتے ہیں۔ اس طرح شمالی امریکہ کے انڈین بھی ڈاڑھی کو شیو کرنے کیلئے استرے استعمال کرتے جو پتھروں کے ٹکڑوں سے تیار ہوتے اور گہرے سبز رنگ کے ہوتے تھے۔ انہیں شیو اسلئے کرنا پڑتا تھا کہ ڈاڑھی کا نچلا حصہ صاف کرنا لازمی قرار دیا گیا تھا۔ شیو کیلئے انڈین گھونگھے بھی استعمال کرتے تھے۔ اہل یونان کے یہاں ڈاڑھی بنانے کے خاص الفاظ تھے۔

ہمارے آج کے دور میں امریکہ کینیڈا میں آئس ہاکی کے کھلاڑی اس وقت تک ڈاڑھی کو شیو نہیں کرتے جب تک وہ سٹین لی کپ پلے آفز Stanley s cup playoff میں کھیل رہے ہوتے ہیں۔ اگر ان کی ٹیم شکست کھا جائے یا سٹین لی کپ جیت لے تو وہ ڈاڑھی شیو کر لیتے ہیں۔

کتابی چہرہ

(تحریر: نصیر احمد۔ لندن)

کچھ بیماریاں صرف انگریزی میں ہوتی ہیں لہٰذا ان کا اردو زبان میں نعم البدل ملنا دشوار ہے اور اس پر ہمارے سمیت دورِ حاضر کے تمام اہلِ دانش کا اتفاق ہے۔ ' کتابی چہرہ' یعنی انگریزی کا فیس بُک بھی ایک ایسی ہی بیماری ہے۔ چونکہ ہمارا معاشرہ کتابی چہرے والی دوشیزاؤں کے ظلم و جبر اور سفا کی کی وجہ سے پہلے ہی تباہ حال ہے، اسلئے ہمارے عقیدے کے مطابق ' کتابی چہرہ' اس بیماری کے لئے بہترین اصطلاح ہے۔ کچھ ناقدین کے مطابق اردو کا کتابی چہرہ اور انگریزی کا فیس بُک ایک سرطان کی حیثیت اختیار کر چکا ہے اور نسل انسانی کی تباہی کا خدشہ یقینی کیفیت اختیار کر چکا ہے۔ لیکن ہمارے قیمتی خیال میں اس بیماری کے کچھ مثبت پہلو بھی ہیں جن پر آج ہم روشنی ڈالیں گے۔ قارئین کو ہر قسم کی شش و پنج سے بچانے کے لئے ہم مندرجہ ذیل سطور میں مذکورہ بیماری کو فیس بُک کے نام سے ہی لکھیں اور پکاریں گے تاکہ مزید ہیجانی کیفیت سے گریز کیا جا سکے۔

فیس بُک پر موجودگی کا عوامی ذوق وشوق جب تمام جائز حدوں کو پار کر گیا تو ہمارے چند فیس بُکی رفقاء نے ہمیں بھی فیس بُک پر جلوہ افروز ہونے کے متعلق قائل کرنا شروع کر دیا۔ لیکن ہم ٹھوس دلیل کے بغیر کم ہی قائل ہوتے ہیں۔ اس پر ہمارے چند دوستوں نے جن کو عاشق مزاجی اور حسنِ ذوق میں بین الاقوامی شہرت ملنے والی تھی بتایا کہ فیس بُک پر یکے بعد دیگرے حسیناؤں کے ریلے کے ریلے نمودار ہوتے ہیں اور اگر ہماری کچھ رومانوی تصاویر فیس بُک پر موجود ہوں گی تو ہماری قسمت چمکنے کا روشن امکان موجود ہے۔ ہم نے آؤ دیکھا نہ تاؤ اور فیصلہ صادر فرما دیا کہ ہم فیس بُک پر ضرور جلوہ افروز ہونگے۔ کچھ ماہر دوستوں نے عجیب وغریب زاویوں سے ہماری تصاویر لیں جو کہ ہم نے فیس بُک پر چڑھا دیں۔ اس کے بعد ہم نے ایک نیلی آنکھوں والی لڑکی کی طرف دوستی کا پیغام بھی ارسال کر دیا اور بتائے گئے طریقے کے عین مطابق اس لڑکی کا 'پیچھا' بھی شروع کر دیا گو کہ ہمارے نزدیک پیچھا کرنا لُچے لفنگوں کا طریقہ واردات تھا۔ ہمارے دوست نے بتایا کہ فیس بُک پر دوستی کا پیغام بھیجنے کے لئے 'پیچھا' یعنی 'فالو' کرنا ہی مہذب طریقہ گردانا جاتا ہے۔ ہمارا کیا تھا، ہم پھر قائل ہو گئے اور ایک ہی نشست میں تقریباً ایک سو اٹھارہ بلا کی حسین لڑکیوں کو محبت نامے اور 'پیچھے' کے پیغامات ارسال فرما دیئے لیکن مجال ہے کسی ایک لڑکی نے بھی عقل کا ثبوت دیتے ہوئے ہم جیسے عظیم المرتبت انسان سے رابطہ یا وعلیکم 'پیچھا' کیا ہو۔ طبیعت میں کچھ بیزاری سی طاری ہو گئی۔ سمجھ نہیں آ رہی تھی کہ آخر کمی کہاں رہ گئی۔ تحقیق کے بعد پتہ چلا کہ ہماری تصویر گرم یعنی 'ہاٹ' نہیں تھی. لہٰذا ہم نے اپنی ایک دلفریب تصویر کو آگ لگائی اور اس کو خوب 'ہاٹ' کیا اور جلتی ہوئی تصویر کی تصویر لیکر اس کو فیس بُک کی زینت بنا دیا۔ اگلے ہی دن ہم نے ایک سو چھپن پیغامات وصول پائے لیکن تمام کے تمام پیغامات لعن طعن اور حقارت آمیز جذبات پر مبنی تھے۔ اس دلخراش واقعے کے بعد ہم نے حسیناؤں کی دنیا سے کوچ کرنے کا مصمّم ارادہ کر لیا اور اپنے معاون دوست کو بھی آگاہ کر دیا۔ لیکن ہمارے دوست نے ایک بار پھر ہمیں قائل کر لیا کہ ہمیں دلبرداشتہ نہیں ہونا چاہیے اور دینِ اسلام کی خدمت کے جذبے کے پیش نظر فیس بُک پر ہمہ تن موجود رہنا چاہیے۔ واللہ ہم کبھی نہ مانتے لیکن شکر ہے کہ ہمارے دوست نے ہمیں ایسے مذہبی دلائل دیے کہ ہم پھر فیس بُک پر موجود رہنے پر راضی ہو گئے۔ بعد میں ہمارے دوست نے ہمیں بتایا کہ مذہبی دلائل اس نے محلے کے امام مسجد سے سیکھے تھے جن کا اپنا فیس بُک تمام تر رنگینیوں کیساتھ رواں دواں تھا۔

وقت کے ساتھ ساتھ ہم فیس بُک کے استعمال میں ماہر ہوتے گئے لیکن پھر بھی ہمارے دوست نے ہماری رہنمائی جاری رکھی اور ہمیں بوسوں کی ترسیل اور وصولی کے سائنسی گر سکھائے، دوست بنانے اور نہ بنانے کے انداز سے آگاہ کیا، اپنی کارروائیوں کو براہ راست طریقے سے زیادہ سے زیادہ عوام تک پہنچانے کے پیچ وخم سکھائے، سردی اور گرمی میں 'ہاٹ' رہنے کے طریقوں سے آگاہ کیا، جھوٹ کو خوبصورتی سے اور سچائی کی حد تک سچ لگنے والے طریقے سے بولنے کا فن بھی سیکھایا، اور لگائی بجھائی یعنی اِدھر کی بات اُدھر اور اُدھر کی بات اِدھر کر کے آگ لگانے کے محفوظ طریقے بھی سکھائے۔ ان تمام حرکات وسکنات کو دیکھ کر ہمیں فیس بُک انگریزوں کی وہ 'ماسی' لگی جو محلے میں افوائیں پھیلا کر جھگڑے اور فساد پھیلاتی ہے لیکن ہم چُپ ہی رہے کیونکہ چند ایک محاذوں پر ہمارے تعلقات میں رومانویت کی آمیزش ظاہر ہونا شروع ہو چکی تھی۔

مندرجہ بالا حرکات وسکنات صرف فیس بُک پر ہی کارگر ثابت ہوتی ہیں. اس کا اندازہ ہمیں تب ہوا جب ہمارے محلے کی بجلی بند ہوئی۔ بقایا صفحہ ۴۶

ہومیو پیتھک نسخہ جات

وَإِذَا مَرِضْتُ فَهُوَ يَشْفِينِ

معدہ کی بیماریاں۔(3)

ایسے مریض جنہیں دودھ سے نفرت ہو یا ان کی تکلیفیں دودھ پینے سے بڑھ جاتی ہوں متلی، قے، سر درد، ڈکار اور معدہ میں ہوا وغیرہ پیدا ہونے لگے تو لیک ڈیف کی ایک لاکھ میں صرف ایک خوراک کارگر ثابت ہوسکتی ہے۔اگر ایک دو خوراکوں سے فائدہ نہ ہو تو پھر یہ دوا کام نہیں کرے گی کیونکہ یہ دوا فوراً اثر کرنے والی ہے۔

معدہ ڈھیلا ہو کر پھیل جائے۔ ہائیوسمس

اگر معدے میں ہوا کا تناؤ ہو اور ساتھ متلی ہو تو اپی کاک مفید ہے۔

معدہ میں کاٹنے والے درد اُٹھیں اور ان کی حرکت بائیں سے دائیں طرف ہو، یوں محسوس ہو جیسے کسی نے چاقو گھونپ دیا ہو، متلی ہوتی ہو، مریض حرکت نہ کر سکے ساکت و جامد ہو اور پھر تھوڑی دیر میں درد ختم ہو جاتا ہو تو اپیکاک مفید ہے۔(جو درد مستقل بیٹھ رہنے والے نہ ہوں بلکہ بجلی کے کوندوں کی طرح آئیں اور مریض کو نڈھال کر کے چلے جائیں وہ اپی کاک سے تعلق رکھتے ہیں۔ ہر تکلیف دورے کی شکل میں آتی ہے۔کمزوری ہو گی تو کمزوری کا دورہ پڑے گا یا سردی لگے تو دورے کی شکل میں لگے گی۔ خون بہنے کا بھی دورہ ہوتا ہے)

اگر بھوک رات کے وقت چمکے اور مریض ٹھنڈا ہو۔ سورائینم

اگر صبح کے وقت جاگنے پر اور کھڑے ہونے پر معدہ ڈوبنے کا احساس ہو تو ہومیو پیتھک دوا آئرس ٹینکس مفید ثابت ہوتی ہے۔

اگر کوئی بہت زیادہ کھانے کے باوجود دُبلا پتلا ہو۔آیوڈیم (ایسا مریض بہت تیز طرار، نچلا نہ بیٹھنے والا اور ہر وقت چلتے رہنے والا ہوتا ہے)

خوب کھانے پینے کے باوجود چربی نہ بنے۔آیوڈیم (اس وجہ سے مریض چل چل کر اپنی اضافی طاقت خرچ کرتا ہے۔اگر ایسے مریض کو زبردستی بٹھانے کی کوشش کی جائے تو شدید غصے میں آ جاتا ہے۔مار دھاڑ اور قتل تک کرنے پر آمادہ ہو جاتا ہے۔اگر ایسے مریض کو بچپن میں آیوڈیم سے علاج نہ کیا جائے تو بڑا ہو کر ایسا بچہ خطرناک مجرم بن سکتا ہے اور بغیر کسی محرک کے قتل و غارت میں ملوث ہو سکتا ہے) نٹرم میور اور ہیپر سلف میں بھی بلاوجہ قتل کرنے کا رجحان پایا جاتا ہے۔

معدہ اور پیٹ میں تشنج ہو۔اگنیشیا۔بے وقت پیاس لگے جب لگنی چاہیے نہ لگے۔ اگنیشیا

اگر بغیر متلی کے کاکولس کی طرح اچانک قے آتی ہو تو اگنشیا مفید ہے۔اور اگر متلی ہو تو سخت اور نا قابلِ ہضم چیزیں کھانے سے آرام آتا ہے۔ہلکی اور نرم غذا سے تکلیف بڑھ جاتی ہے۔

معدہ میں بھوک کی گہری کھرچن اور نقاہت ہونے کے باوجود کھانے سے سخت نفرت ہو اور متلی نہ ہو تو ہائیڈراسٹس۔اس دوا کا مریض کھانے سے نفرت کی وجہ سے صرف دودھ پیتا ہے جو اسے آسانی سے ہضم ہو جاتا ہے۔

ہومیو فزیشن محترم رانا محمد حسن صاحب کی کتاب ''**خزینۃ الشفاء**'' کا دوسرا ایڈیشن شائع ہو چکا ہے۔اس کتاب کے تین سو ستّر صفحات میں تقریباً تمام بیماریوں کا ہومیو پیتھک علاج بیان کیا گیا ہے۔اسی طرح خواتین کیلئے ایک سو باون صفحات پر مشتمل کتاب '**امراض خواتین**' بھی شائع ہو چکی ہے۔اس کتاب میں خواتین کے مخصوص امراض اور اُن کا ہومیو پیتھک علاج تجویز کیا گیا ہے۔کتب کے حصول کیلئے فون کریں۔

Mob.07792998973 Tel. 020.36747909

E-mail. peshwltd@gmail.com

معدہ میں دکھن کا احساس ہو، نظامِ ہضم بہت کمزور ہو، منہ کا ذائقہ کڑوا اور زبان سفید ہو جائے تو ہائیڈراسٹس دوا مفید ہے۔

اگر معدے میں کمزوری کا احساس ہو اور انتڑیوں اور معدے میں گڑگڑاہٹ ہو تو گلونائن مفید ہے۔

اگر معدہ کی تکلیفیں سر میں منتقل ہو جائیں تو ایتھوزا مفید ہے۔

مریض کھانے سے نفرت کرے، ٹھنڈے پانی کی نہ بجھنے والی پیاس، جلن، متلی اور قے کا رجحان ہو جس میں لیس دار رطوبت نکلے اور سردی لگے تو ہومیو پیتھک دوا ڈلکامارا مفید ثابت ہوتی ہے۔

اگر کھانے کے بعد حجرے میں سرسراہٹ ہو اور کھانسی شروع ہو جائے تو ڈروسرا مفید ہے۔

اگر جگر کی خرابی کی وجہ سے معدہ خراب ہو جائے، (یہ طے شدہ بات ہے کہ اگر جگر خراب ہو تو معدہ ضرور خراب ہوتا ہے) منہ کا ذائقہ کڑوا ہو جائے یا پھیکا یا بدمزہ، زبان گندی، کھانے کی خواہش مٹ جائے، معدے کی خرابی کی وجہ سے بُو بھی آئے، درد بائیں سے دائیں حرکت کرے، (اس علامت کا مطلب یہ ہے کہ بیماری جگر سے معدہ تک پہنچ گئی ہے) سیاہ رنگ کی قے آئے، دائیں پسلیوں اور سینے میں درد ہوتا ہو جو حرکت سے بڑھ جاتا ہو اور سینے کا درد کندھوں، کمر اور پیٹ تک پہنچ جائے تو کارڈوس میریانس نہایت مفید ہے۔ اس دوا کو کچھ لمبا عرصہ مدر ٹنکچر میں استعمال کرنا چاہیے۔

معدہ کے کینسر کے لئے کونیم اہم دوا ہے لیکن اگر دیر ہو جائے تو وقتی آرام دیتی ہے۔ (معدہ میں جب تک کینسر بن نہ جائے پتہ نہیں چلتا ہے۔)

معدہ اور انتڑیوں کے السر کے لیے کچے کیلے کا پاؤڈر چوٹی کا علاج ہے۔ کچا کیلا لے کر اسے اچھی طرح خشک کر کے اس کا پاؤڈر بنا کر دن میں تین چار دفعہ مریض کو کھلانا چاہیے۔ جب تک کچا کیلا پوری طرح خشک نہ ہو کچا کیلا بھی علاج کے طور پر کھایا جا سکتا ہے۔ علاوہ ازیں اسی اثناء میں السر کے لیے ملٹھی کا استعمال بھی مفید ہے۔ تھوڑی سی ملٹھی منہ میں رکھ کر اسے دانتوں سے چبا لینا چاہیے۔

معدہ کے السر کیلئے کونیم بھی مفید ہے اور زخموں کے رجحان کے لئے بھی۔

معدہ کے السر کے لئے یہ نسخہ مفید ہے آئرس ورسیکولر، آرنیکا اور کالی آئیوڈائیڈ ملا کر ۲۰۰ طاقت میں روزانہ ایک بار چند دن تک اور ساتھ کالی فاس، فیرم فاس اور کلکیر یا فاس ملا کر ۱۲ ایکس طاقت میں روزانہ تین بار چند دن لینا مفید ثابت ہوتا ہے۔

معدہ اور انتڑیوں کے السر کے لیے کچے کیلے کا پاؤڈر چوٹی کا علاج ہے۔ کچا کیلا لے کر اسے اچھی طرح خشک کر کے اس کا پاؤڈر بنا کر دن میں تین چار دفعہ مریض کو کھلانا چاہیے۔ جب تک کچا کیلا پوری طرح خشک نہ ہو کچا کیلا بھی علاج کے طور پر کھایا جا سکتا ہے۔ علاوہ ازیں اسی اثناء میں السر کے لیے ملٹھی کا استعمال بھی مفید ہے۔ تھوڑی سی ملٹھی منہ میں رکھ کر اسے دانتوں سے چبا لینا چاہیے۔

معدہ کے السر کیلئے کونیم بھی مفید ہے اور زخموں کے رجحان کے لئے بھی۔

معدہ کے السر کے لئے یہ نسخہ مفید ہے آئرس ورسیکولر، آرنیکا اور کالی آئیوڈائیڈ ملا کر ۲۰۰ طاقت میں روزانہ ایک بار چند دن تک اور ساتھ کالی فاس، فیرم فاس اور کلکیر یا فاس ملا کر ۱۲ ایکس طاقت میں روزانہ تین بار چند دن۔

معدہ کے السر کے لئے یہ نسخہ بھی مفید ہے کالی ہائیڈرو آیوڈیکم ۲۰۰ چند دن روزانہ ایک بار بعد میں ہفتے میں دو بار اور ساتھ کریوزوٹم نکس وامیکا اور اکونائیٹ ملا کر ۳۰ طاقت میں روزانہ تین بار چند دن

پیٹ اور معدے میں شدید ٹھنڈ کا احساس ہو جیسے کسی نے برف رکھ دی ہو۔ کیمفر (یہ احساس انتڑیوں یا معدے کے کینسر کا آغاز بھی ہو سکتا ہے۔) یہ دوا معدے کے السر کے لئے بھی مفید ہے۔

اگر مریض معدہ کے گرد کپڑا برداشت نہ کر سکے، کوئی چیز معدہ میں نہ ٹکے قے ہو جائے، صفراوی مادے نکلیں، اور خون کی قے بھی آئے اور معدہ میں خالی پن کا احساس ہو تو کروٹیلس مفید ہے۔

اہم اعلان

پیشوا انٹرنیشنل میں ہومیو پیتھک و دیسی نسخہ جات شائع کرنے کا مقصد خدمت خلق اور قارئین کو علاج بالمثل کے فوائد سے آگاہ کرنا ہے۔ کسی بھی ہومیو پیتھک نسخہ یا دیسی ٹوٹکے کو استعمال کرنے سے پہلے کسی مستند ہومیو فزیشن یا حکیم سے مشورہ کرنا ضروری ہے۔ بغیر مشورہ کے نسخہ استعمال کرنا نقصان کا باعث بھی ہو سکتا ہے جس کا ادارہ پیشوا ذمہ دار نہیں ہوگا۔

(چیف ایڈیٹر۔ رسالہ پیشوا انٹرنیشنل لندن)

شمائل نبوی ﷺ (4)

(حق بندگی ادا کرنے والا.... عبد کامل)

(چوہدری ناز احمد ناصرؔ۔لندن)

نبی کریم ﷺ کی زندگی کے مختلف پہلوؤں کو اجاگر کر کے اپنی زندگیوں میں انقلاب برپا کرنے کے لئے اس موضوع پر لکھنے کا سلسلہ جاری وساری ہے۔اس دفعہ آپ ﷺ کے عبادت کے طریقوں پر کچھ عرض کرنا مقصود ہے۔ یہ حقیقت ہے کہ اگر ہمارے عبادت کے طریقوں میں تبدیلی پیدا ہوجائے تو اس کا اثر ماحول پر بھی پڑے گا اور ملنے والوں پر بھی۔خدا تعالیٰ اس حقیر کوشش میں برکت پیدا کرے اور ہمارے اندر حقیقی تبدیلیاں پیدا ہوں۔

نبی کریم حضرت محمد مصطفی ﷺ کی بعثت سے پہلے عرب دنیا اور خصوصاً خانہ کعبہ کے قرب وجوار میں رہنے والوں کا کیا طریق تھا اس کا پس منظر پیش خدمت ہے۔

پس منظر:صحرائے عرب کی تاریک اور پرسکوت رات میں ہو کا عالم طاری تھا۔ ہر طرف ایک سناٹا تھا۔ خانہ کعبہ کے پڑوسی اور وادی بطحیٰ کے مکین رنگ رلیاں منا کر اور شراب کی محفلیں سجانے کے بعد خواب نوشیں میں مست پڑے سو رہے تھے.... عین اس وقت مکہ سے چند میل دور جنگل کی ایک پہاڑی غار میں ایک معصوم، عابد اور زاہد عربی نوجوان عبادت میں مصروف تھا۔وہ اپنے رب کریم کے آستانہ پر سجدہ ریز ہو کر گریہ وزاری کر رہا تھا اور نہایت سوز وگداز کے ساتھ اس کے حضور میں التجا کرتا تھا ''**اے ہادی! اس جاہل قوم کو ہدایت دے!**''۔عہد شباب میں ہی اس سعید نوجوان کو دنیا سے بے رغبتی ہو چکی تھی اور دنیا کی رعنائیاں اسے ایک آنکھ نہ بھاتی تھیں۔

اب اس پس منظر کے پیش کرنے کے بعد میں حضور اکرم ﷺ کی خلوت میں یاد الٰہی کو لیتا ہوں۔ جب سب لوگ عیش وعشرت کی مجالس میں مشغول ہونے کے بعد خواب خرگوش میں مبتلا ہوتے تو اس وقت آپ کیا کر رہے ہوتے تھے، کی جھلک پیش خدمت ہے۔

اس سعادتمند نوجوان کو عبادت الٰہی سے انتہائی لگاؤ تھا۔تنہائی کی دعاؤں میں ایک خاص لطف اٹھاتا، دنیا سے الگ تھلگ ہو کر خشوع وخضوع کے ساتھ خدا کو یاد کرنے میں وہ ایک خاص سرور ولذت محسوس کرتا، وہ تن تنہا کچھ زاد راہ ساتھ لے کر مکہ سے چند میل دور حرا نامی پہاڑی غار میں جا کر اور معتکف ہو کر عبادت کیا کرتا، مہینوں وہ مکہ کی طرب خیز زندگی سے کنارہ کش رہتا، پھر جب زاد راہ ختم ہو جاتی تو واپس آ کر اور زاد ساتھ لے لیتا اور تنہائی میں جا کر مراقبہ کرتا، اللہ کو یاد کرتا۔ (بخاری بدء الوحی،اسوہ انسان کامل ص 53,54)

یہ پاک طینت اور نیک خصلت انسان درگاہ الٰہی میں بار پا گیا۔حرا سے اتر کر سوئے قوم آنے والا یہ فخر عرب نوجوان ہادی برحق،سید المعصومین حضرت محمد مصطفی ﷺ کا وجود باجود ہے، جسے رب العزت نے خلعت نبوت سے سرفراز فرمایا۔

عین عنفوان شباب میں جب کہ آرزوئیں اور تمنائیں جوبن پر ہوتی ہیں اور خواہشات کے ہجوم کا مقابلہ مشکل ہوتا ہے، محمد ﷺ دنیا سے بے رغبت ہو کر اور مکہ کی آبادی سے کوسوں دور ایک ویران پہاڑی، غار حرا میں چلے جاتے، وہاں تنہائی میں غور وفکر کرتے اور اللہ کو یاد کرتے۔

شہر مکہ کے طرب خیز اور پر رونق ماحول کو چھوڑ کر ایک نوجوان کی اللہ کی یاد میں ایسی محویت، استغراق اور خلوت پسندی ایک غیر معمولی واقعہ تھا جسے مکہ والوں اور کم از کم آپ کے خاندان کے لوگوں نے تعجب اور حیرت کی نظر سے دیکھا، وہ سوچتے تھے کہ یہ کوئی عجیب انسان ہے جو دنیا کی دلچسپیوں سے بیزار ہے، عالم جوانی میں بھی بیوی بچوں اور گھریلو زندگی پر ویرانوں کو ترجیح دیتا ہے۔

عین جوانی میں آنحضرت محمد رسول اللہ ﷺ دین ابراہیمی اور عربوں کے دستور کے مطابق سال میں ایک ماہ اعتکاف فرماتے تھے، عمر کے چالیسویں سال میں آپ رمضان کے مہینہ میں غار حرا میں اعتکاف فرما رہے تھے کہ پہلی وحی ہوئی۔ (ابن ہشام،اسوہ انسان کامل ص 55)

نماز کیا ہے اس کو کس طرح ادا کر کے خدا تعالیٰ کی خوشنودی حاصل کی جا سکتی ہے،اس بارہ میں ذیل میں لکھا جاتا ہے۔

نماز کی عبادت:جبرائیل علیہ السلام نے ابتدائی وحی کے بعد نبی کریم ﷺ کو وضو کر کے دکھایا اور اس کا طریق سکھا کر آپ کو نماز پڑھائی۔آنحضور ﷺ نے گھر آ کر اپنی شریک حیات ،حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہ،کو وضو کا طریق سکھا کر نماز پڑھائی جس طرح جبرائیلؑ نے آپ ﷺ کو سکھایا تھا۔

(ابن ہشام، جلد 1 ص 260,261، 251، مطبوعہ مصر)

حضرت عائشہؓ کی روایت کے مطابق آغاز میں نماز دو دو رکعت ہوتی تھی، مدینہ ہجرت کے بعد چار رکعت ہوگئی۔ (بخاری کتاب المناقب، باب التاریخ 3642، اسوہ انسان کامل ص 55) آپ ﷺ کو منصب نبوت عطا ہوا تو عبادت کی ذمہ داری اور بڑھ گئی۔ ارشاد ہوا: فَاِذَا فَرَغْتَ فَانْصَبْ وَ اِلٰی رَبِّکَ فَارْغَبْ (الم نشرح: 8,9) کہ جب تو دن بھر کی ذمہ داریوں سے فارغ ہو تو رات کو اپنے رب کے حضور کھڑا ہو جا اور اس کی محبت سے تسکین دل پایا کر۔

مکی دور کے آغاز میں ہی حضرت جبرائیلؑ نے نبی کریم ﷺ کو نمازوں کی امامت کروا کے نماز کا طریق اور اوقات سمجھا دیئے تھے۔

(ترمذی کتاب الصلوٰۃ باب ما جاء فی مواقیت الصلوٰۃ:138)

پنجوقتہ نمازوں کی فرضیت کا حکم: فرضیت نماز کے روز اول سے لے کر تادم واپسیں آپ ﷺ نے اَقِمِ الصَّلٰوۃَ لِدُلُوۡکِ الشَّمۡسِ اِلٰی غَسَقِ الَّیۡلِ وَ قُرۡاٰنَ الۡفَجۡرِ (بنی اسرائیل 79) ترجمہ: تو سورج کے ڈھلنے (کے وقت) سے لے کر خوب تاریک ہو جانے (کے وقت) تک مختلف گھڑیوں میں نماز کو عمدگی سے ادا کیا کر اور صبح کے وقت (قرآن) کے پڑھنے کو بھی (لازم سمجھ) صبح کے وقت (قرآن) کا پڑھنا یقیناً (اللہ کے حضور میں) ایک مقبول عمل ہے، میں پنج وقتہ نمازوں کی ادائیگی کے حکم کی تعمیل کا حق ایسا ادا کر کے دکھایا کہ خود خدا نے گواہی کہ" قُلۡ اِنَّ صَلَاتِیۡ وَ نُسُکِیۡ وَ مَحۡیَایَ وَ مَمَاتِیۡ لِلّٰہِ رَبِّ الۡعٰلَمِیۡنَ (سورۃ الانعام: 163)، ترجمہ: آپ (ﷺ) کی نمازیں، عبادتیں اور مرنا اور جینا محض اللہ کی خاطر ہو چکا ہے جو تمام جہانوں کا رب ہے"۔

رسول اللہ ﷺ پر آغاز میں حضرت خدیجہؓ اور حضرت علیؓ ہی ایمان لائے تھے کہ آپ ﷺ نے ان کے ساتھ نماز باجماعت کی ادائیگی کا سلسلہ شروع کر دیا، پھر عمر بھر سفر و حضر، بیماری و صحت، امن و جنگ، غرض کہ ہر حالت عسر و یسر میں اس فریضہ کی بجا آوری میں کبھی کوئی کوتاہی نہیں ہونے دی۔

نماز چاشت کی خانہ کعبہ میں ادائیگی

ابتداء میں نبی کریم ﷺ ابتداً کفار کے فتنہ کے اندیشہ سے چھپ کر بھی نماز ادا کرتے رہے، کبھی گھر میں پڑھ لیتے تو کبھی کسی پہاڑی گھاٹی میں، البتہ چاشت کی نماز علی الاعلان کعبہ میں ادا کرتے۔

(بخاری کتاب الوضوء باب اذالقی علی ظھر ال المصلی قذر: 233)

نماز کی علی الاعلان ادائیگی پر کفار کی طرف سے سختی

دعویٰ نبوت کے بعد کفار مکہ آپ ﷺ کو عبادت سے روکتے اور تکالیف دیتے، ظالموں نے ایک دن حالت سجدہ میں اونٹنی کی غلیظ نجاست سے بھری ہوئی بھاری بھرکم بچہ دانی رسول اللہ ﷺ کی پشت پر ڈال دی۔

(بخاری، کتاب الصلوٰۃ، باب المراۃ ططرح عن المصلی شیئامن الاذی، (اسوہ انسان کامل ص 56)

ایک دفعہ ایک بدبخت انسان نے حضور ﷺ کے گلے میں چادر ڈال کر مروڑنا شروع کیا اور گردن دبوچنے لگا، دم گھٹنے کو تھا کہ حضرت ابوبکرؓ نے اسے دھکا دے کر ہٹایا اور کہا: "**کیا تم ایک شخص کو اس لئے قتل کرنا چاہتے ہو کہ وہ کہتا ہے کہ اللہ میرا رب ہے"۔ مگر آپ ﷺ عبادت سے کب باز آ سکتے تھے"**

(بخاری، کتاب التفسیر، سورۃ المومن 4441 (اسوہ انسان کامل ص 56,57)

مختلف اوقات میں اہتمام نماز:

اس عنوان کے تحت نماز کے مختلف ادوار اور صورتوں میں آپ ﷺ کا نمونہ آپ لوگوں کے سامنے رکھتے ہیں، تاکہ ہم لوگ بھی نماز کا اسی طرح اہتمام کر سکیں اور برکات حاصل کر سکیں:

1۔ **کھانے کے دوران نماز**: یہ تو آپ ﷺ کا روزانہ کا وہ معمول تھا، جس میں آپ ﷺ کی روح کی غذا تھی۔ ہر چند کہ امت کی سہولت کی خاطر رسول اللہ ﷺ نے یہ رخصت بھی دی کہ کھانا چنا جا چکا ہو تو کھانے سے فارغ ہو کر پھر نماز ادا کرلو، مگر اپنا یہ حال تھا کہ کھانا کھاتے ہوئے بلالؓ کی آواز سنی کہ نماز کا وقت ہو گیا ہے، تو صرف اتنا کہا "**اسے کیا ہوا، اللہ اس کا بھلا کرے**" (یعنی کھانا تو کھا لینے دیا ہوتا)، مگر اگلے ہی لمحے وہ چھری جس سے بھنا ہوا گوشت کاٹ رہے تھے وہیں پھینک دی اور سیدھے نماز کے لئے تشریف لے گئے۔

حضرت عائشہؓ آپ ﷺ کا معمول یہ بیان فرماتی تھی کہ بلال کی نماز کے لئے اطلاعی آواز پر آپ ﷺ بلا توقف مستعد ہو کر اٹھتے اور نماز کے لئے تشریف لے جاتے۔ (بخاری، کتاب الجمعہ باب من نام اول اللیل: 1078، (اسوہ انسان کامل ص 57)

2۔ **بیماری میں نماز**: آنحضرت ﷺ بیماری میں بھی نماز ضائع نہ ہونے دیتے۔ ایک دفعہ گھوڑے سے گر جانے کے باعث جسم کا دایاں پہلو شدید زخمی ہو گیا، کھڑے ہو کر نماز ادا نہ فرما سکتے تھے، بیٹھ کر نماز پڑھائی، مگر باجماعت نماز میں ناغہ پسند نہ فرمایا (بخاری، کتاب المرضیٰ باب اذا عاد مریضاً 5228 (اسوہ انسان کامل ص **58**

3۔ **صحابہ کی نیابت میں نماز**: سفر میں بھی نماز کا خاص اہتمام ہوتا تھا۔ روایات حدیث کے مطابق زندگی بھر میں صرف دو مواقع پر دو صحابہ کو آپ کی نیابت میں نماز پڑھانے کی سعادت حاصل ہوئی۔

الف: ایک وقت جب آپ ﷺ بنی عمرو بن عوف میں مصالحت کے لئے تشریف لے گئے، حسب ہدایت تاخیر کی صورت میں کچھ انتظار کے بعد حضرت ابوبکرؓ نے بلالؓ کی درخواست پر نماز پڑھانی شروع کر دی، اتنے میں آپ ﷺ تشریف لے

آئے ،حضرت ابوبکرؓ پیچھے ہٹ گئے اور آپ ﷺ نے خود امامت کروائی۔

(ابو داؤد , کتاب الصلوٰۃ باب التصفیق فی الصلوۃ (اسوہ انسان کامل ص 58

ب: دوسرا واقعہ وہ ہے جب ایک سفر میں آپ ﷺ قافلے سے پیچھے رہ گئے تو حضرت عبدالرحمان بن عوفؓ نے نماز فجر قضا ہونے کے اندیشہ سے شروع کروائی اور آپ ﷺ پیچھے آکر شامل ہو گئے۔ آپ ﷺ نے بروقت نماز ادا کرنے پر صحابہؓ سے اظہار خوشنودی فرمایا۔

(مسلم، کتاب الصلوۃ، باب کتاب تقدیم الجماعۃ 640 (اسوہ انسان کامل ص 58

نبی کریم ﷺ نے غزوہ بنوقریظہ کے موقع پر مدینہ سے یہود بنی قریظہ کے قلعوں کی طرف روانہ ہوتے ہوئے صحابہ کو یہ ہدف دیا کہ عصر کی نماز بنوقریظہ جا کرادا کی جائے، یوں حالت سفر میں بھی نماز کی حفاظت کا پیشگی انتظام فرما دیا۔

(بخاری کتاب المغازی باب مرجع النبیؐ من الاحزاب، (اسوہ انسان کامل ص 58

4۔ سفر میں نماز: رسول کریم ﷺ سفر میں سواری کا رخ جس طرف ہوتا اسی طرف منہ کر کے نفل نماز سواری پر ادا فرما لیتے تھے، تاہم فرض نمازیں ہمیشہ قافلہ روک کر باجماعت قصر اور جمع کر کے ادا کرتے ، بارشکی صورت میں بعض دفعہ سواری کے اوپر بھی فرض نماز ادا کی۔

(ابو داؤد، کتاب الصلوٰۃ باب ردالسلام ،اسوہ انسان کامل ص 58,59)

ایک سفر میں رات کے آخری حصہ میں پڑاؤ کرتے ہوئے بلالؓ کی ڈیوٹی فجر کی نماز میں جگانے پر لگائی گئی مگر ان پر نیند غالب آ گئی، دن چڑھے سب کی آنکھ کھلی، فجر کی نماز میں تاخیر ہو چکی تھی، پریشانی کے عالم میں رسول اللہ ﷺ نے اس جگہ رکنا پسند نہ فرمایا اور آگے جا کر نماز ادا کی۔

(بخاری کتاب المواقیت الصلوٰۃ باب الاذان بعدالوقت :5609،،اسوہ انسان کامل ص 59)

5۔ ہنگامی حالات میں نماز: جنگ کے ہنگامی حالات میں بھی نماز کی حفاظت کا خاص خیال رکھتے تھے۔ غزوہ بدر سے پہلے اپنی جھونپڑی میں نماز کی حالت میں گریہ وزاری کر رہے تھے اور ۳۱۳ عبادتگذاروں کا واسطہ دے کر دراصل آپ ﷺ نے دعاؤں کے ذریعہ اس کوٹھری میں ہی یہ جنگ جیت لی تھی۔

6۔ غزوہ احد: غزوہ احد کی شام جب لوہے کے خود کی کڑیاں داہنے رخسار میں ٹوٹ جانے سے بہت سا خون بہہ چکا تھا، آپ ﷺ زخموں سے نڈھال تھے اور ستر صحابہ کی شہادت کا زخم اس سے کہیں بڑھ کر اعصاب شکن تھا۔ اس روز بھی آپ ﷺ بلالؓ کی نداء پر نماز کے لئے اسی طرح تشریف لائے جس طرح عام دنوں تشریف لاتے تھے اور دنیا نے قیام عبادت کا ایسا حیرت انگیز نظارہ دیکھا جو اس سے پہلے کبھی نہ دیکھا ہوگا۔

(فتوح العرب فی شروع الحرب ص 387، اسوہ انسان کامل ص 59,60)

(فتوح العرب فی شروع الحرب ص 387، اسوہ انسان کامل ص 59,60)

غزوہ احزاب: غزوہ احزاب میں دشمن کے مسلسل حملہ کے باعث ظہر وعصر کی نمازیں وقت پر ادا نہ ہو سکیں، یہاں تک کہ سورج غروب ہو گیا۔ وہی رسول خدا جو طائف میں دشمن کے ہاتھوں سے لہولہان ہو کر بھی ان کی ہدایت کی دعا کرتے ہیں، نماز کے ضائع ہونے پر بے قرار ہو کر فرماتے تھے: ''**خدا ان کو غارت کرے، انہوں نے ہمیں نماز سے روک دیا**''۔ پھر حضور ﷺ نے اصحاب کو اکٹھا کیا اور نمازیں ادا کروائیں۔

(بخاری، کتاب المغازی، باب غزوۃ الاحزاب: 3802، اسوہ انسان کامل ص 59)

نماز باجماعت کا اہتمام اس قدر تھا کہ فتح مکہ کے موقع پر شہر کے ایک جانب مسجد الحرام سے کافی فاصلے پر قیام تھا، مگر باقاعدہ تمام نمازوں کی ادائیگی کے لئے حرم تشریف لاتے رہے۔

8۔ جنگ کے دوران نمازوں کی ادائیگی: جنگوں کے دوران خطرے اور خوف کی حالت میں بھی آپ ﷺ نے نماز نہیں چھوڑی بلکہ اس حال میں صحابہ کو اس طرح نماز پڑھائی کہ ایک گروہ دشمن کے سامنے رہا اور دوسرے گروہ نے آپ ﷺ کے ساتھ نصف نماز ادا کی، پھر پہلے گروہ نے آ کر نماز پڑھی، یوں آپ ﷺ نے سبق دیا کہ موت کے بڑے سے بڑے خطرے میں بھی نماز ترک نہیں کی جاسکتی، تاہم یہ رخصت دے دی کہ سواری پر یا پیدل یا چلتے ہوئے بھی اشارے سے نماز ادا کی جاسکتی ہے۔

(بخاری کتاب التفسیر سورۃ البقرۃ باب قولہ عزوجل فان خفتم فرجالا :3802، اسوہ انسان کامل ص 60)

9۔ آخری بیماری میں نماز: آخری بیماری میں رسول کریم ﷺ تب محرقہ کے باعث شدید بخار میں مبتلا تھے، مگر فکر تھی تو نماز کی۔ گھبراہٹ کے عالم میں بار بار پوچھتے، کیا نماز کا وقت ہو گیا ہے؟ بتایا گیا کہ لوگ آپ کے منتظر ہیں۔ بخار ہلکا کرنے کی خاطر فرمایا کہ: ''**میرے اوپر پانی کے مشکیزے ڈالو**''۔ تعمیل ارشاد ہوئی، مگر پھر غشی طاری ہو گئی۔ ہوش آیا تو پھر پوچھا کہ ''**کیا نماز ہو گئی ہے؟**'' جب پتہ چلا کہ صحابہ انتظار میں ہیں تو فرمایا: ''**مجھ پر پانی ڈالو**''، جس کی تعمیل کی گئی۔ غسل سے بخار کچھ کم ہوا تو تیسری بار نماز پر جانے لگے، مگر نقاہت کے باعث نیم غشی کی کیفیت طاری ہو گئی اور آپ ﷺ مسجد تشریف نہ لے جاسکے۔ (بخاری کتاب المغازی باب غزوۃ الاحزاب :3802،، اسوہ انسان کامل ص 61)

بخار میں پھر جب ذرا افاقہ ہوا تو اسی بیماری اور نقاہت کے عالم میں دو صحابہ کے کندھوں پر ہاتھ رکھ کر، ان کا سہارا لے کر آپؐ نماز پڑھنے مسجد تشریف لے گئے، حالت یہ تھی کہ کمزوری سے پاؤں زمین پر گھسٹتے جا رہے تھے۔ بقایا صفحہ

آوارگانِ دشتِ خار (قسط 16)

جہاں عصرِ حاضر کے مسلمانوں کی حالت زار دیکھ کر ہر اُس مسلمان کا دِل خُون کے آنسو رو رہا ہے جس کے بدن میں اللہ اور اُس کے رسول کی محبت خُون کی طرح دوڑ رہی ہے وہاں علماء سُوء جو اُمّت مسلمہ کو اِس نہایت دردناک صورت حال سے دوچار کرنے والے ہیں نہایت ڈھٹائی اور بے شرمی کے ساتھ اصلاحِ اُمّت کے نام پر فرقہ بازی اور تکفیر بازی کا بازار گرم کیے ہوئے ہیں، اللہ اور رسول ﷺ کے نام پر خُون کی ہولی کھیل رہے ہیں۔ اِن اسلام کے جھوٹے ٹھیکیداروں کی بے لگام تحریروں اور تقریروں نے جہاں کلمہ طیّبہ پڑھنے والوں کو کُفر کی بھٹی میں جھونک دیا ہے وہیں ایک دوسرے کے خُون کے پیاسے بھی بنا دیا ہے۔ کل تک یہ فرقہ بازی کے مقابلے مولانا لوگ اپنی اپنی مسجدوں میں کیا کرتے تھے یا موٹی موٹی کتابیں تحریر کی جاتی تھیں جو کُفر کے فتوؤں، بُرے الفاظ اور اخلاقی گراوٹ کا شاہکار ہوتی تھیں۔ اب یہ کارِ گناہ اسلام کے نام پر بنائے جانے والے ٹی وی چینلز پر بھی ہو رہا ہے۔ آوارگانِ دشتِ خار میں ذکر ہو گا ان نام نہاد مولویوں کا جو اُمتِ مسلمہ کو گُھن کی طرح کھا رہے ہیں۔ جو جُبے اور دستار میں ملبوس عالموں کے بھیس میں عامتہ الناس کو گُمراہ کر رہے ہیں کبھی فرقوں کے نام پر، کبھی عقیدوں کے نام پر اور کبھی سیاست کے نام پر۔ اور آوارگانِ دشتِ خار میں ذکر ہو گا اُن مذہبی جنونیوں کا جو اپنی پسند کا اسلام نافذ کرنا چاہتے ہیں تاکہ انسانوں کی گردنیں مذہب کے نام پر کاٹی جا سکیں۔ آوارگانِ دشتِ خار لکھنے کا مقصد اُن عوامل اور مذہبی جنونیوں کے چہرے سے نقاب اُٹھانا ہے جنکی تفسیروں اور تقریروں نے اُمتِ مسلمہ کو ٹکڑے ٹکڑے کر دیا ہے اور جن کی تفرقہ بازیوں نے کلمہ گو مسلمانوں کی اخوت کو پارہ پارہ کر دیا ہے۔ آوارگانِ دشتِ خار میں ذکر ہو گا اُن نام نہاد علماء کا، پیروں کا اور اُن نام کے مسلمانوں کا جو بد دیانتی اور ناانصافی کرتے ہیں اور دم بھرتے ہیں اسلام کا۔ آوارگانِ دشتِ خار لکھنے کا مقصد قطعاً کسی کا دل دکھانا مقصود نہیں ہے، صرف اور صرف اصلاح احوال کے لیے کوشش کرنا ہے۔

مولوی اور معاشرہ

پنجاب میں کمی کمین ایک عام لفظ ہے جو ہر متکبر زمیندار کے منہ پر ہوتا ہے۔ ریونیو ریکارڈ میں ایک ''فہرست کمیاں'' مرتب کی گئی جس میں لوہار، ترکھان اور موچی، جولاہے کے ساتھ مسلمانوں کی قیادت کے دینی طبقے مولوی کو بھی شامل کر دیا گیا اور پھر گاؤں میں جو تضحیک کمی کمین و کمینوں کے حصے میں آئی مولوی کو بھی اسی تضحیک کا سامنا کرنا پڑا۔ لیکن اس کے باوجود اس طبقے نے مسجد کی چٹائی سے دین کی مشعل تھامے رکھی۔

مولوی اور معاشرہ از اوریا مقبول جان۔ (ایکسپریس نیوز ۱۷ جون ۲۰۱۶ء)

مولوی کی بغاوت اور دہشتگردی

مولانا خادم حسین رضوی، پیر افضل حسین قادری، مولوی عنایت الحق شاہ اور حافظ فاروق الحسن کے خلاف **بغاوت اور دہشت گردی** کا مقدمہ درج کر لیا گیا ہے۔ وزیر اطلاعات فواد چودھری نے کہا ہے کہ ''تحریک لبیک پاکستان نے پاکستان کے آئین کو للکارا ہے، بغاوت کیس میں گرفتار لوگوں کو عمر قید کی سزا ہو گی۔ دھرنے میں پانچ کروڑ کے نزدیک املاک کو نقصان پہنچایا گیا۔ احتجاج کے دوران لوٹ مار کے ساتھ گاڑیاں جلائی گئیں، جلاؤ گھیراؤ اور املاک کو نقصان پہنچایا گیا۔ سیرت النبی ﷺ کانفرنس میں دنیا بھر کے علماء نے کہا ہے کہ جو تحریک لبیک نے کیا وہ عاشقان رسول ﷺ نہیں کر سکتے، تحریک لبیک کی سیاست انتہائی نامناسب تھی۔''

کعبۃ اللہ پر حملہ

پیر مہر علی شاہ صاحب گولڑوی لکھتے ہیں کہ:۔

عبد العزیز ابن مسعود کے مرنے کے بعد بتاریخ ۸ محرم ۱۲۱۸ھ مسعود ابن عبد العزیز ایک لشکر کثیر کے ساتھ کعبۃ اللہ پر حملہ آور ہوا اور خاص خانہ کعبہ میں خون ریزی کی جس کی شان بقول قرآن کہ من دخلہ کان اٰمنا۔ لیکن اس نے اٰمن کو غیر اٰمن بنا دیا اور حدود حرم جس میں جنگلی بھیڑیا بھی قدرتی ادب کے لحاظ سے ہرن کا۔۔۔ تعاقب چھوڑ دیتا ہے۔ اس وہابی بھیڑیے کے پنجہ سے حرم حلّ ہو گیا اور چاروں مصلّے جلا دیے گئے اور قبّے گرا دیے گئے اور ان میں بول و براز کر کے تحقیر کی گئی اور اسی محرم کے پہلے ہفتے میں اس نے ایک رسالہ ابن عبد الوہاب کا اہل مکّہ کی طرف بطور حجت و دعوت بھیجا جس کی اصل عبارت کا ایک جملہ درج کیا جاتا ہے تاکہ اس کے دیکھنے سے مشتے نمونہ خروار عبرت کا باعث ہو۔

''یعنی جو کوئی یہ اعتقاد کرے کہ نبی کا نام لینے سے نبی اس پر مطلع ہو جاتا ہے تو وہ مشرک ہو جاتا ہے۔ پھر خواہ یہ اعتقاد کسی نبی کے ساتھ ہو یا ولی یا فرشتہ یا جن بھوت یا صنم یا بت کے ساتھ ہو۔ پھر خواہ یہ اعتقاد کرے کہ اس کا علم اس نبی وغیرہ کو بذتہ حاصل ہوتا ہے یا اللہ تعالیٰ اعلام (غالباً الہام) سے الغرض جس طریق سے یہ اعتقاد ہو اس سے مشرک ہو جاتا ہے۔ اور جو کوئی نبی وغیرہ کو اپنا ولی اور شفیع ہونا اعتقاد کرتا ہے تو وہ اور ابوجہل شرک میں برابر ہیں۔ پہلے بت لاتؔ، سواعؔ اور عزیٰؔ تھے۔ پچھلے بت محمد (ﷺ) اور علی (رضی

اللہ تعالیٰ عنہ) اور عبدالقادر (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) ہیں۔ جو شخص اپنی حاجت کے اوقات یا اللہ نہیں کہتا یا محمد (ﷺ) کہتا ہے اور اگرچہ اس کو ایک بندہء عاجز سب باتوں میں اعتقاد کرتا ہے تو بھی مشرک ہو جاتا ہے اور تجھے اس باب میں ہمارا شیخ تقی الدین تیمیہ بس ہے۔ اور یہ ثابت ہو چکا ہے کہ محمد (ﷺ) کی قبر مشاہد اور مساجد اور آثار کی طرف یا کسی دوسرے نبی یا ولی یا دوسرے بتوں کی طرف سفر کر کے جانا شرک اکبر ہے۔''

پس مکّہ کو غارت کر کے اس نے ۱۸۰۴ء میں مدینہ منوّرہ پر چڑھائی کی اور ایسا تاراج کیا کہ رسول اللہ ﷺ کے حجرہ مبارک کو توڑ کر خزائن بے شمار لے گیا۔ کہا جاتا ہے کہ ساٹھ اونٹوں پر لاد کر لے گیا۔

(فتاویٰ مہریہ از پیر مہر علی شاہ گولڑوی۔ صفحہ ۳۰۷)

حلالہ سے محفوظ رہنے کی صورت

سائل کا سوال: اگر کوئی قسم کھائے کہ اگر میں فلاں کام کروں یا فلاں جگہ اپنی دختر کا ناطہ کروں تو میری منکوحہ کو تین طلاق ہے۔ پس اگر وہ شخص اپنی قسم سے نادم ہو کر وہ امور محلوف علیہ کرے تو اس کی منکوحہ پر طلاق واقع ہوگی یا نہیں اور اس سے بچنے کی بھی شرع شریف میں کوئی صورت ہے یا نہیں؟ (فتاویٰ مہریہ از پیر مہر علی شاہ گولڑوی۔ صفحہ ۲۵۱)

مولوی مہر علی شاہ گولڑوی کا جواب: اگر اس کی منکوحہ اس کے ملک نکاح میں ہے اور ان امور کو کرے گا جن پر تین طلاق معلق کی ہے تو بلا شک وشبہ اس کی منکوحہ مطلقہ بطلاق ثلثہ ہو جائے گی اور بدون حلالہ اس کے نکاح میں نہ آسکے گی۔ پس اس سے بچنے یعنی طلاق ثلثہ نہ واقع ہونے اور حلالہ سے محفوظ رہنے کی صورت یہ ہے کہ وہ شخص اول اپنی منکوحہ موجودہ کو ایک طلاق بائن دے۔ جب ایام عدت گزر جائیں تو وہ شخص وہ کام کرے جس پر طلاق معلق تھی۔ اس وقت اس کی قسم ٹوٹ جائے گی اور طلاق بھی واقع نہ ہوگی کیونکہ اس کی منکوحہ اس کے نکاح میں نہیں رہی ہے۔

اسلام خطرے میں ہے؟

قیوم نظامی صاحب لکھتے ہیں:۔

سیاست کا انداز بدل رہا تھا، مزدوروں نے گردن اٹھا کر چلنا شروع کر دیا تھا چنانچہ استحصالی قوتوں نے آخری حربے کے طور پر پی پی پی کے خلاف کفر کے فتوے صادر کر دیے تین سو سے زائد علماء نے فتویٰ جاری کیا کہ جو شخص پاکستان پیپلز پارٹی کو ووٹ دے گا وہ دائرہ اسلام سے خارج ہو جائے گا۔ جماعت اسلامی نے پی پی پی کی سخت مخالفت کی۔ اس نے پروپیگنڈہ شروع کیا کہ اسلام خطرے میں ہے۔ یہ الزام بھی لگایا کہ پی پی پی کے کارکنوں نے قرآن جلائے ہیں۔

جناب قیوم نظامی صاحب نے ایک دوسری جگہ اپنی کتاب میں لکھا ہے:۔

''۵ جولائی کی صبح دو بجے جنرل ضیاء الحق نے شب خون مار کر بھٹو کی حکومت کا تختہ الٹ دیا۔ حالانکہ اس نے بھٹو کے سامنے قرآن پاک پر وفاداری کا حلف اٹھا رکھا تھا۔'' (جو دیکھا جو سنا از قیوم نظامی صفحہ ۶۴۔۱۲۷)

تصوّف اور علامہ اقبالؔ

علامہ اقبال تصوف کی دُنیا کو اسلام سے متصادم خیال کرتے تھے بلکہ انہوں نے یہاں تک کہا ہے کہ مجھے معلوم ہے کہ ان خیالات کے بعد لوگ گالیاں دیں گے مگر میں سچ بات کہنے سے رُک نہیں سکتا۔ میں یہ بات مسلمانوں پر واضح کرنا چاہتا ہوں کہ عجمی تصوف جزوِ اسلام نہیں۔ یہ ایک قسم کی رہبانیت ہے جس سے اسلام کو قطعاً تعلق نہیں اور جس کے اثر سے اسلامی اقوام میں قوّتِ عمل مفقود ہو گئی ہے۔ تصّوف کا تو لفظ بھی رسول اللہ ﷺ کے زمانے میں موجود نہ تھا۔ ۱۵۰ ہجری میں یہ لفظ پہلے پہل استعمال میں آیا۔''

(اخبار وکیل امرت سر ۹ فروری ۱۹۱۶ء۔ بحوالہ۔ مذہبی وسیاسی فرقہ بندیاں از اشرف ظفر)

تصوّف کے بارے میں علامہ اقبال، سیّد سلمان ندوی کو لکھے گئے خط میں لکھتے ہیں کہ: ''اس میں ذرّہ شک نہیں کہ تصوّف کا وجود ہی سرزمین اسلام میں ایک اجنبی پودا ہے، جس نے عجمیوں کی دماغی آب و ہوا میں پرورش پائی ہے۔'' (بحوالہ اہل بدعت کے شُبہات کا رَد)

علامہ اقبالؔ نے اپنے ایک خط جو سیّد فصیح الدین کاظمی کے نام ۱۰ جولائی ۱۹۱۶ء میں لکھا تھا میں لکھتے ہیں کہ میرے نزدیک تصوّف وجودی مذہب ''اسلام'' کا کوئی جزو نہیں بلکہ مذہب اسلام کے خلاف ہے اور یہ تعلیم غیر مُسلم اقوام سے مُسلمانوں میں آئی ہے۔ (خطوط اقبال، مرتبہ رفیع الدین ہاشمی شائع کردہ مکتبہ خیابان ادب لاہور صفحہ ۱۲۷)

تصوّف کے علم بردار شیخ اکبر حضرت محی الدینؒ کی تصنیف فصوص الحکم کے بارے میں علامہ اقبال کہتے ہیں کہ جہاں تک مجھے علم ہے فصوص الحکم میں سوائے الحاد اور کفر کے کچھ نہیں۔

(اقبال نامہ صفحہ ۱۴۴، بحوالہ اہل بدعت کے شُبہات کا رَد)

تصوّف اور مولانا مودودی

مولانا مودودی صاحب تصوف کے ماننے والوں کے متعلق لکھتے ہیں:۔

''اسلام کی صورت کو تصوف کے ماننے والوں نے مسخ کر دیا ہے، اس تصوف کو مٹانا اتنا ہی ضروری ہے جیسا مغربی تہذیب جاہلیت جدیدہ کو مٹانا، تصوف کو بے مٹائے خُدا کا دین قائم ہی نہیں ہوسکتا جو پیروں ولیوں کو مانتے ہیں سب کی دماغی حالت گھٹیا قسم کی ہوتی ہے۔صوفیوں کے احزاب اعمال اوراد و وظائف اسلام کے مخالف اور جاہلیت ہیں۔خانقاہی اسلام دین اسلام نہیں، سراسر جاہلیت راہبہ و مشرکانہ۔

(تنقیحات از مودودی صفحہ ۱۴۳ مطبوعہ تعلیمی پرنٹنگ پریس لاہور) بحوالہ کلمہ حق ۷ مئی جون ۲۰۱۱ء)

تصوّف اور مولانا عبدالرحمان کیلانی

مولانا عبدالرحمان کیلانی صاحب لکھتے ہیں کہ:

شیخ اکبر کے عقیدہ وحدۃ الوجود قرآن کی تعلیم سے براہِ راست متصادم تھا اس لیے عُلمائے دین مخالف ہوگئے۔ چنانچہ جب یہ مصر پہنچے تو علمائے کرام نے ان کے کُفر کا فتویٰ دیا اور سُلطان مصر نے ان کے قتل کا حُکم دے دیا یہ بات ابن عربی کو بھی معلوم ہوگئی تو چُپکے سے راہ فرار اختیار کر کے دمشق پہنچ گئے۔(شریعت وطریقت صفحہ ۸۷ بحوالہ اہل بدعت کے شُبہات کا رَد)

تصوّف اور منہاج القرآن

معزز قارئین! دوسری طرف تصوف کو اسلام سمجھنے والوں کی بھی کمی نہیں ہے۔ چنانچہ روزنامہ نوائے وقت ۲۶ اکتوبر ۱۹۸۶ء کی اشاعت میں لکھتا ہے کہ '':ادارہ منہاج القرآن کی دعوت پر آئے ہوئے عالمِ اسلام کے علماء ومشائخ کے اعزاز میں ادارہ کی طرف سے دیے گئے ایک استقبالیے میں مقررین نے اس بات پر زور دیا ہے کہ اسلام کے فروغ اور سر بلندی کے لیے تصوف نے بہت اہم کردار عطا کیا ہے اور تصوف کے راستے کو اپنائے بغیر دُنیا میں اسلام کا غلبہ ممکن نہیں۔تقریب سے ابوظہبی کے شیخ زید بن سلطان کے مشیر الشیخ السّید علی الہاشمی، کویت کے سابق وزیر اوقاف الشیخ السّید یوسف الرفائی، ابوظہبی کی وزارت اوقاف و مذہبی امور کے خطیب اول الشیخ السّید محمد سلیمان خرج، لاہور ہائی کورٹ کے چیف جسٹس غلام مجدد مرزا اور مولوی طاہر القادری نے خطاب کیا۔جبکہ تقریب میں مولانا عبدالستار نیازی، سابق چیف جسٹس مسٹر جسٹس بشیر الدین خاں، جنرل کے ایم اظہر صاحب کے علاوہ معروف شخصیات نے کثیر تعداد میں شرکت کی۔'' (روزنامہ نوائے وقت ۲۶ اکتوبر ۱۹۸۶ء)

تصوّف اور جی ایم سیّد

جی ایم سیّد اپنی کتاب ''جیسا میں نے دیکھا'' میں لکھتے ہیں:۔

''صحیح ترین تصور حیات تصوّف ہے۔'' اور مزید لکھتے ہیں کہ ''صوفی مذہب وعقیدہ کی بنیاد پر قومیّت استوار کرنے کے خلاف ہے اور مذاہب کے موجودہ تعصّبات کو درست نہیں سمجھتا۔وہ مذہب اور سیاست کو ایک دوسرے سے علیحدہ رکھنے کا حامی ہے۔'' (جیسا میں نے دیکھا از جی ایم سیّد۔صفحہ ۲۰۵،۲۰۶)

تصوّف او مولانا عبدالمعید

مولانا عبدالمعید اپنی کتاب ''تصوف، دین یا بے دینی'' میں لکھتے ہیں:۔

''خانقاہوں میں امرد پرستی کا رواج ہوا، عرس، قوالی، چادر پوشی اور قبر پرستی کا رواج تصوف کی راہوں سے ہوا۔قبر پرستی میں تمام عبادات آجاتی ہیں، نیز وہاں عقیدت سے بھیڑ لگانا، چلہ کشی کرنا، مراقبہ کرنا، اعتکاف کرنا حدیث کے اعتبار سے قبر پرستی میں داخل ہے۔ہر سال چھوٹے بڑے پیروں کا عرس لگتا ہے، اور وہاں منکرات کی ساری رسمیں پوری ہوتی ہیں، نذر و نیاز کے چڑھاوے آتے ہیں، تخلیق راس ہوتا ہے، پیر کے نام پر بال چھوڑے جاتے ہیں، جھنڈے اٹھتے ہیں، شدر حال ہوتا ہے، قوالی کے نام پر تمام قسم کے شرکیہ گانے گائے جاتے ہیں یا عشقیہ غزلوں کا راگ الاپا جاتا ہے، حال آتا ہے، رقصہ رقص ہوتا ہے، موسیقی کی دھن کی بارش ہوتی ہے اور پورا ماحول جنس زدہ ہوتا ہے۔۔اور اب تو سارا کاروبار طریقت و خانقاہیت جرائم خبیثہ کا ذریعہ بنا ہوا ہے۔اللہ تعالیٰ ہم سب کو تصوف کی گمراہی سے بچائے۔آمین''

غضب کے آثار

مولانا محمد یوسف بنوری اپنی کتاب ''معاشرتی بگاڑ کا سدّ باب'' میں لکھتے ہیں:۔

''آہ! یہ اُمّت جس کے سَر پر ''خیر اُمّت'' کا تاج رکھا گیا تھا آج اپنی جگہ طعمہء اغیار بنی ہوئی ہے۔اس کی حالت اُس گلّے کی سی ہے جس کو بھیڑیئے چیر پھاڑ رہے ہوں لیکن اُس کا کوئی گلّہ بان اور پاسبان نہ ہو۔اُمّت کے حق میں دُعا کریں کہ اُمّت پس رہی ہے، اعدائے اسلام اس کی تکہ بوٹی کر رہے ہیں، درندوں کی فوج در فوج اس کو چیرنے، پھاڑنے اور نوچنے میں مصروف ہے۔''

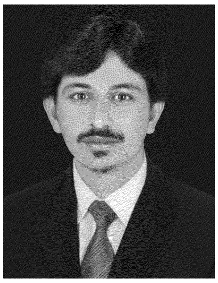

”عشق کی سرحد اور خوشونت سنگھ“

تحریر: محمد نعیم یادؔ، جوہر آباد۔ پاکستان

وہ مٹی جہاں سے انسان کا خمیر اٹھا ہو، جہاں انسان پل بڑھ کر جوان ہوا ہو، اُس مٹی سے عشق انسان کی فطرت میں ہوتا ہے۔ وہ انسان دنیا کے جس کونے میں بھی چلا جائے اُس مٹی کو کبھی بھول نہیں سکتا، اس مٹی سے اُٹھنے والی ہر خوشبو اس کی روح کو معطر کیے رکھے گی اور وہ انسان اس مٹی سے جڑی یادوں سے خود کو کبھی جدا کر نہیں پائے گا۔ وقت کے ساتھ جب دنیا کے مزاج بدلتے ہیں، کئی آوازیں بدلتی ہیں پر اس کے ذہن پہ گزری یادیں، سنی ہوئی آوازیں ہمیشہ دستک دیتی رہتی ہیں۔ اُسے راگ راگنیوں کا علم ہو یا نہ ہو پر دل کو خوشی یا غم سے بھر دینے والے گیتوں، آوازوں اور راگوں کا اندازہ وقت اُسے خود کروا دیتا ہے۔ سارنگی، بانسری اور الغوزوں کی آوازیں اُس کے اندر کے وجود کو تار تار کر دیتی ہیں، سارنگی کی تان پہ اس کا اَنگ اَنگ دہکنے لگتا ہے، بانسری کی آواز اُسے پیچھے لے جاتی ہے۔ پھاگن چیت میں کوئلوں کی کُوک اُس کے درد کو بڑھا دیتی ہے۔ اور گندم کی ہری بھری فصلوں میں چھپ کر پٹاکتے تیتر اور بٹیروں کے سندیسے، چمٹے کے ساتھ گائی جانے والی جگنی، دھنیے کی دھن دھن، آٹا چکی کی ٹوہ ٹوہ، خراس کی گھمر گھمر، پنگھٹ کی چرخی کی روں روں اور بچھڑے دوستوں کی ڈھولیں وہ کبھی بھول نہیں سکتا۔

مینوں اٹھن بہن نہ سجھدا	میرا اندر بل بل بجھدا
کدی خوابے اندر آوٗندا	پھیر جاگدیاں اٹھ جاوٗندا
میں وانگ زلیخا پچھدی	گلّ یوسف مصر بازار دی

بھارت کے مشہور نقاد، مصنف اور تاریخ دان خوشونت سنگھ ایک ایسے انسان تھے جو اتنے بڑے مقام تک پہنچ کر بھی اپنی مٹی کے عشق میں مبتلا رہے اور پھر 20 مارچ 2014ء کو اُن کا وجود اُسی مٹی میں شامل ہو گیا جہاں سے ان کا خمیر اُٹھا تھا۔ خوشونت سنگھ 2 فروری 1915ء کو پاکستان کے ضلع خوشاب کے ایک گاؤں ہڈالی میں پیدا ہوئے تھے۔ برطانیہ میں کیمبرج یونیورسٹی اور انر ٹیمپل میں پڑھنے کے بعد انہوں نے واپس لاہور جا کر وکالت شروع کر دی تاہم تقسیم ہند کے بعد وہ اپنے خاندان سمیت دلی میں بس گئے۔ وہ کچھ عرصہ وزارت خارجہ میں سفارتی عہدوں پر بھی تعینات رہے لیکن جلد ہی سرکاری نوکری کو خیر آباد کہہ دیا۔ 1951ء میں صحافی کی حیثیت سے آل انڈیا ریڈیو میں نوکری اختیار کر لی جہاں سے ان کے تابناک کیریر کا آغاز ہوا۔ وہ بھارت کے مشہور جریدے السٹریٹڈ ویکلی کے ایڈیٹر رہے اور ان کے دور میں یہ جریدہ شہرت کی بلندیوں پر پہنچ گیا۔ خوشونت سنگھ ہندوستان ٹائمز کے ایڈیٹر بھی رہے۔
خوشونت سنگھ نے اپنی شناخت جہاں سیاسی طور پہ پوری دنیا میں کروائی وہیں

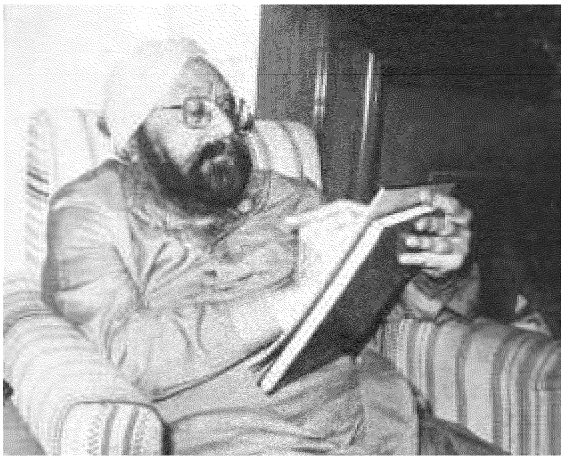

خوشونت سنگھ

ادبی سطح پر بھی اپنے فن کا لوہا پوری دنیا میں منوایا۔ وہ اسی کتابوں کے مصنف تھے۔ ان کے ناول "ٹرین ٹو پاکستان " کو 1954ء میں عالمی شہرت یافتہ گروو پریس ایوارڈ دیا گیا۔ ان کے دو کالم بھارت کے چالیس انگریزی اخباروں میں چھپتے رہے۔ اُن کی کتاب "ٹروتھ لو اینڈ لٹل مالیس "جس کا ترجمہ نگارشات نے سچ محبت اور ذرا سا کینہ کے نام سے کیا۔ جو پڑھنے سے تعلق رکھتی ہے ان کی مشور کتابوں میں دہلی، ڈیتھ از مائی ڈور سٹیپ بے حد شہرت کا حامل ہیں۔ خوشونت سنگھ کو 1974ء میں پدم بھوشن ایوارڈ دیا گیا جسے انہوں نے 1984ء میں گولڈن ٹیمپل آپریشن کے بعد واپس کر دیا۔ خوشونت سنگھ کو پنجاب رتن ایوارڈ سے نوازا گیا۔ اور 1980ء سے لے کر 1986ء تک راجیہ سبھا کے رکن بھی رہے۔
اتنے بڑے مقام اور مرتبے پہ پہنچ کر بھی خوشونت سنگھ اپنے آبائی گاؤں ہڈالی کو کبھی نہ بھولے۔ اسی محبت میں وہ ایک دفعہ اپنے آبائی گاؤں ہڈالی بھی تشریف لائے۔ اس موقع پر ہڈالی کے لوگوں نے اپنی مٹی کے اس بیٹے کا پُرتپاک استقبال کیا۔ گورنمنٹ ہائی اسکول ہڈالی میں جب تقریب سے خطاب

کرنے کے لیے خوشونت سنگھ سٹیج پہ تشریف لائے تو اُن کے سامنے سکول کا وہ ہال تھا جہاں وہ خود پڑھا کرتے تھے۔ اُسی ہال کی جانب اشارہ کرتے ہوئے انھوں نے نمناک آنکھوں سے اپنی یادوں کو تازہ کرتے ہوئے کہا ''میری یہ خوش قسمتی ہے کہ آج اتنے عرصے بعد میں وہاں کھڑا ہوں جہاں میں پڑھا کرتا تھا۔ ڈالی میرا قصبہ ہے اور اس ناتے میرے نزدیک اس کی اہمیت مسلمانوں کے کعبہ سے کم نہیں ہے، اور مجھے یہاں آکر اتنی ہی خوشی ہوئی ہے جتنی کسی مسلمان کو حج وعمرہ کی سعادت نصیب ہونے پر ہوتی ہے۔'' اس کے بعد خوشونت سنگھ اپنے جذبات پہ قابو نہ رکھ سکے اور روتے ہوئے سٹیج سے اُتر گئے۔

سجدہ ریز ہوا میں
قشقہ کھینچا اپنے گاؤں کی مٹی سے
کیا سوندھی خوشبو ہے
کیسا لمس ہے
کیا ٹھنڈک ہے اس کی
مٹی، جو کھیتوں، کھلیانوں
گلیوں، کوچوں
اور گھروں کے کچے صحنوں اور چھتوں سے
اُڑتی اُڑتی سات سمندر پار کئی برس سے مجھ کو ڈھونڈ رہی تھی
اب میرے گھر تک پہنچی ہے
اس مٹی میں بول رہے ہیں
گھر، گلیاں، روزن، دروازے
دیواریں، چھجے، پرنالے

ہڈالی کی معروف ادبی شخصیت محمد علی اسد بھٹی جن سے خوشونت سنگھ کا قلمی رابطہ مرتے دم تک جڑا رہا، خوشونت سنگھ اُن سے اپنی مٹی سے محبت کا اظہار کئی بار کرتے رہے۔ محمد علی اسد بھٹی جب اَدبی دورے پہ بھارت گئے تو خوشونت سنگھ خصوصی طور پہ اُن سے ملنے چندی گڑھ پہنچ گئے اور ساری رات اُن سے اپنے بچپن کی یادیں تازہ کرتے رہے۔ محمد علی اسد بھٹی کے مطابق وہ بار بار اپنے بچپن کی بات بتاتے اور پھر روتے رہتے، بار بار اُن کی زبان پہ یہی الفاظ ہوتے ''ہائے ہڈالی، ہائے ہڈالی''۔ کسی انسان کی اپنی جنم بھومی، اپنی جائے پیدائش سے اتنی گہری محبت کی مثالیں بہت کم ملا کرتی ہیں۔

خوشونت سنگھ ذاتی طور پہ ایک متنازعہ شخصیت رہے لیکن یہ سچ ہے کہ انھوں نے جو عزت دنیا بھر میں اپنی بے باکی اور سچ کا پرچار کرنے پہ پائی وہ بہت کم لوگوں کے نصیب میں ہوتی ہے۔ خوشونت سنگھ نے زندگی کی حقیقتوں کو سمجھا اور بے باک ۹۹ سالہ زندگی گزاری۔ وہ خود لکھتے ہیں کہ ''زندگی میں کبھی ریٹائر نہ ہوئیے گا۔ کچھ نہ کرنے والے، کچھ بھی نہیں رہتے، اور اپنے انجام کی جانب جلد روانہ ہو پڑتے ہیں۔'' اپنے ایک مضمون میں وہ لکھتے ہیں ''میری ایک بہت بڑی فکر، اپنے وطن میں بڑھتی ہوئی عدم برداشت ہے۔ ہم ایک بزدل قوم بنے جا رہے ہیں جو وہ کتابیں جلاتی ہے جو ہمارے خیال میں ہمیں پسند نہیں ہوتیں، ہم فنکاروں کو ملک سے باہر نکال دیتے ہیں، اور مصوروں کو بے عزت کرتے ہیں۔ ہم نے تاریخ کی کتابوں کو مسخ کر دیا ہے، ہم فلموں کو بین کرتے اور صحافیوں کو پیٹتے ہیں۔ آپ اگر اپنے ملک سے محبت کرتے ہیں تو آپ کو کمیونل (ذات، قوم، فرقہ وغیرہ) بنیادوں پر بنی جماعتوں سے اپنے وطن کو بچانا ہوگا۔ ریاست کو کسی بھی قسم کے کسی مذہبی گروہ کی سرپرستی نہیں کرنی چاہئیے۔ حکومت کو یہ چاہئے کہ وہ مزید عبادت گاہوں کی تعمیر روکے۔ ہمارے ہاں پہلے ہی ضرورت سے زیادہ عبادت گاہیں موجود ہیں۔ چاپلوسی سے بڑی کرپشن نہیں ہوسکتی۔''

خوشونت سنگھ کے والد سردار سوبھا سنگھ کو ''آدھی دہلی کا مالک'' کہا جاتا تھا۔ کیوں کہ انگریز دور میں نئی دہلی کی تعمیرات کا ٹھیکہ سردار سوبھا سنگھ کو ملا تھا۔ سوبھا سنگھ کی تعمیر کردہ عمارات نے دارالحکومت نئی دہلی کو تعمیرات کے ذریعے جو زندگی بخشی وہ آج بھی نئی دہلی کی پہچان ہیں۔ لاتعداد رہائشی اپارٹمنٹس کے علاوہ نئی دہلی کا دل کناٹ پیلس، کلمنز فوڈہال، آل انڈیا براڈ کاسٹنگ نیشنل میوزیم دیال سنگھ کالج، ٹی بی ہسپتال، گونگوں اور بہروں کا ماڈرن ہسپتال، سینٹ کولمبیا سکول، ریڈکراس بلڈنگ، بروڈہ ہاؤس اور ہائی کورٹ سمیت لاتعداد عمارات سوبھا سنگھ کی ہی تعمیر کردہ ہیں۔ سردار سوبھا سنگھ نے جب نئی دہلی کی تعمیرات کا ٹھیکہ لیا، اس وقت دہلی کے امیر ترین لوگوں میں سرفہرست تھے۔

خوشونت سنگھ اتنے بڑے مقام پہ پہنچ کر، دونوں ممالک کی چپقلش کے باوجود وہ اپنی مٹی سے جڑے رہے۔ اپنی مٹی سے جڑی وہ سب آوازیں، وہ

یادیں ان کی تحریروں کا حصہ رہیں۔ان کی یہ وفا،ان کا یہ عشق اس بات کا ثبوت ہے کہ عشق کی کوئی سرحد نہیں ہوتی۔ ہائی اسکول ہڈالی کے ہال کی دیوار میں خوشونت سنگھ کی وفات پر لگائی جانے والی یادگاری تختی پر تحریر ہے، ’’’’ایک سکھ،ایک دانشور اور ہڈالی کا سپوت‘‘۔۔۔۔اپنی جنم بھومی کے ساتھ عشق نے خوشونت سنگھ کو ہمیشہ کے لیے اَمر کر دیا ہے۔بے شک خوشونت سنگھ

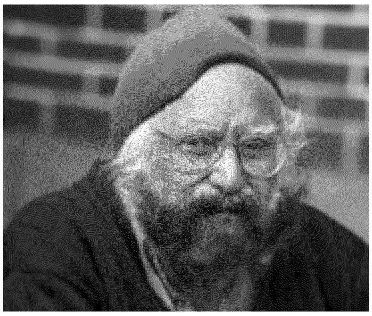

جیسے لوگ ہی بھارت پاکستان دونوں طرف کے لوگوں کے دلوں کے تار چھو سکتے ہیں۔

وہ قصہ گو
وہ باکمال شخص
وہ داستانِ عشق سنانے والا
مٹی سے اپنی وفا کے قصے
سنا سنا کے رُلانے والا
سنا ہے وہ دھرتی کا بیٹا
دھرتی سے دور رہ کر بھی
اُسی دھرتی میں سو گیا ہے
اُسی دھرتی میں سو گیا ہے

بقایا: کتابی چہرہ (تحریر: نصیر احمد۔لندن)

ہم نے سوچا کہ باہر جا کر حسیناؤں کو 'فالو' یعنی ان کا 'پیچھا' کرتے ہیں۔ہم نے جب فیس بک والے مہذب طریقہ واردات باہر محلے میں لاگو کیے تو ہماری اتنی حوصلہ افزائی ہوئی کہ ہمیں ساڑھے چھ دن سرکاری ہسپتال میں ہڈیوں کا علاج کروانا پڑا۔ہمیں اپنے اور اپنے دوستوں ہی کے فیس بک سے معلوم ہوا کہ 'پیچھا' کیے جانے والی چند حسیناؤں کے بھائی پہلوان واقع ہوئے تھے جنہوں نے ہمیں ہسپتال کے قابل کیا تھا۔اس کے بعد ہم نے کبھی فیس بک والی حرکتیں حقیقی زندگی میں نہ کیں اور آج تک ہماری ہڈیوں اور پٹھوں کی صحت قائم دائم ہے۔ہسپتال جانے کا بہرحال یہ فائدہ ہوا کہ وہاں ہماری دیکھ بھال کرنے والی نرس سے ہمارا فیس بکی تعلق قائم ہو گیا۔گو کے محلے کے چند بدذوق پہلوانوں نے ہمارا حال بیحال تو کیا لیکن دانا لوگ سچ کہتے ہیں کہ ہر مشکل کے بعد ایک آسانی ہوتی ہے۔

جب ہم فیس بک کے سمندر میں گہرے غوطے کھانے لگے تو ہم پر یہ آشکار ہوا کہ ہمارے علاوہ پچانوے فیصد لوگ، خاص کر صنف نازک، نقلی وجود رکھتے تھے. ہم نے اس حقیقت کو تب پایا جب فیس بک پر اپنے عظیم الشان فلسفہِ زندگی کے زور پر ایک حسینہ کو زندہ ملنے پر قائل کر لیا. جس کو ہم حسینہ سمجھتے رہے وہ چھ بچوں کی اکلوتی ماں نکلی اور ہم سے دیو مالائی کہانیوں کے زور پر کچھ پیسہ بٹورنا چاہتی تھی۔

ہمارے فیس بک پر صرف سو فیصد لڑکیاں ہنستے وقت بکریوں کی طرح منہ بنا لیتی تھیں اور کوشش ہوتی تھی کہ خود کار تصویر یعنی سیلفی اسطرح بنائی جائے کہ آنکھیں مگرمچھ کی طرح باہر آ جائیں اور منہ بکری کی طرح بن جائے۔ ہوگا قدرت کا کوئی کرشمہ اس میں بھی لیکن ہم پر ابھی تک یہ حکمت نہیں کھلی ۔صرف یہ معلوم ہوا ہے کہ تصویر بنانے کا یہ انداز ابھی صرف خواتین کیلیے مخصوص ہے۔

فیس بک نے بہرحال ہمیں سائنس کا دیوانہ بنا دیا. ہمارے دور میں بچے ہسپتالوں میں پیدا ہوتے جہاں نرسوں، ادویات اور اس کے علاوہ دودھ، بادام، گرم تاثیر رکھنے والی خوراک کا تذکرہ ہوتا تھا۔لیکن اب بچے فیس بک پر پیدا ہوتے ہیں ۔ نہ دآئی کے جھنجٹ نہ نرس کی ادائیں۔ بس براہ راست جائے پیدائش فیس بک ۔سونے پر سہاگا کہ رشتہ داروں کو زچہ و بچہ کے لئے چینی یا مٹھائی بھی نہیں لے کر جانی پڑتی ۔بس دو چار بوسے فیس بک پر ارسال کر کے اور نیچے کچھ جھوٹی سچی تعریف کیساتھ نومولود کیلئے 'چنا منا' یا 'چنی منی' حسبِ ولادت لکھ کر حق مروت ادا ہو جاتا ہے۔اگر آپ نے فیس بک پر تازہ ترین انسانی تخلیق کے معجزہ پر کسی خیال کا اظہار نہیں کیا تو متاثرین کے خاندان کی طرف سے آپ کو گندے گندے منہ بھیج کر آپ کو ملامت کیا جا سکتا ہے اور انتہائی ناچاقی کی صورت میں آپ کا 'پیچھا' کرنا بھی چھوڑا جا سکتا ہے جو عام زندگی میں نعمت اور فیس بک پر ایک زحمت ہے۔ہمارے دور میں چونکہ فیس

بُک نہیں تھی اس لئے اس کا نقصان یہ تھا کہ ہر قسم کے خوشی اور غمی کے مواقع پر ویگن یا سالم ٹیکسی کر کے کوسوں دور جانا پڑتا تھا اور جھوٹ موٹ کا پیار اور ہمدردی جھاڑنی پڑتی تھی۔ اپنے بزرگوں کے پاس فضول میں بیٹھ کر اچھی باتیں سیکھنی پڑتی تھیں، اور اصلی انسانوں سے میل جول رکھنا پڑتا تھا۔ سردی اور گرمی میں اس طرح کی کاوشیں دقت آمیز ثابت ہوتی تھیں۔ خاص کر شادیوں اور فوتگیوں پر بھرپور اہتمام کے ساتھ ایسی کاروائیاں بہت مہنگی پڑتی تھیں۔ اب فیس بُک پر موقع کے لحاظ سے مختلف چہرے (جن کو پنجابی میں بُوتھیا ور انگریزی میں اموجی کہتے ہیں) دستیاب ہیں۔ کہیں جائے بغیر ہم گھر بیٹھے لوگوں کو منہ چڑھا سکتے ہیں۔ موقع کے لحاظ سے بُوتھا بھیج کر اپنا، رشتہ داروں اور دوستوں کا وقت بچایا جا سکتا ہے۔ جدید تحقیق کے مطابق اس طرح کی کارروائی سے نہ صرف خاندانی اخراجات اور آمد و رفت کی تکالیف کو کم کیا جا سکتا ہے بلکہ ملکی خزانے پر بھی مثبت اثرات برآمد کیے جا سکتے ہیں اور ماحول بھی ہشاش بشاش رہتا ہے۔

فیس بُک کا سب سے زیادہ فائدہ نوجوان نسل کو ہے. یہ فیس بُک کی ہی فضیلت ہے کہ آج کی نوجوان نسل پیدا ہوتے ہی بوڑھی ہو چکی ہوتی ہے. یعنی ان کے پاس اتنا علم آجاتا ہے جتنا ہمارے زمانے میں حکماء اور علماء کو زندگی کے آخری حصّے میں میسر ہوتا تھا. معاملہ چاہے دین کا ہو یا دنیا کا، مسائل چاہے عشقِ حقیقی کے ہوں یا عشقِ مجازی کے، پڑوسن چاہے بوڑھی ہو یا جوان، ہماری نوجوان نسل کے دائرہ علم سے باہر کچھ بھی نہیں. ماں باپ کو بچوں کے رشتوں کی پریشانی بھی نہیں رہتی اور کچھ بچے ماشاالله اتنے ہوشیار ہوتے ہیں کہ وہ فیس بک پر اپنی والدہ کی عمر کی لڑکی نما عورت سے شادی کر کے اپنے والدین کو ان کی ذمہ داریوں سے فراغت دے دیتے ہیں اور ان کو مناسب رشتے ڈھونڈنے کے اذیت ناک عمل سے بھی بچا لیتے ہیں. ایسے والدین کو حج یا عمرہ کرنے کے مواقع یکسوئی کے ساتھ مل جاتے ہیں جو کہ بچوں کے لئے ثواب دارین کی وجہ بنتا ہے. اس کے علاوہ نوجوان نسل کو ساری ساری رات جاگتا رکھ اُلّوؤں کے مقابلے پر اگر کسی نے کھڑا کیا تو وہ فیس بُک کے علاوہ اور کوئی نہیں ورنہ اُلّو اپنے طور پر خوش تھے کہ کائنات میں ان کا کوئی ثانی ہی نہیں۔ ہم سمجھتے ہیں کہ والدین اور چند اساتذہ کی پریشانی بالکل بے معنی ہے کہ بچے فیس بُک کی وجہ سے پڑھ نہیں سکتے اور گمراہ ہو رہے ہیں۔ جتنا دینی و دنیاوی علم فیس بُک پر ہے اتنا تو شاید تمام مدرسوں اور درسگاہوں میں بھی موجود نہیں۔ لہٰذا اکابرین امّت کو اس بات پر بالکل پریشان نہیں ہونا چاہیے کہ ان کے بچے فیس بُکی ہو چکے ہیں۔ فقہی مسائل سے لے کر حکمت کے اصولوں تک، سیاسی تدبّر سے لے کر معیشت کے پیچ و خم تک، سائنسی حقائق سے لے کر کائنات کے سربستہ رازوں تک کچھ بھی فیس بُک کی زد سے باہر نہیں۔ یہاں ہم یہ ضرور کہیں گے کہ حکمت کے نام پر اکابرین سے منسوب ایسے ایسے موتی بکھیرے جاتے ہیں کہ اگر وہ لوگ قبروں سے دوبارہ زندہ ہو کر آجائیں تو ان کو خوشگوار حیرت ہوگی کہ انہوں نے جو علم نہیں چھوڑا فیس بُک نے اسکو بھی عوام النّاس تک پہنچا دیا ہے۔ اس کے علاوہ عوام کی حاضر دماغی پرکھنے کیلئے بعض اوقات شیکسپیئر صاحب کے اقوال کو مولانا روم کے نام سے، امام غزالی کے اقوال کو الفارابی کے نام سے، ارسطو کے اقوال کو افلاطون کے نام سے، ابن خلدون کے اقوال کو ہمارے نام سے اور ہمارے اقوال کو ابن سینا کے نام سے چلایا جاتا ہے۔ گو کہ یہ ایک اچھی ترکیب ہے لیکن ہمیں اس پر شدید اعتراض ہے کیونکہ ہم اپنی حکمت کو کسی اور کے نام سے جاری کرنے کو چوری تصور کرتے ہیں۔ اگر ہمارے کسی قولِ عظیم میں چھپی دانائی کو کوئی نادان ابن سینا کے ذمّہ لگا دے اور ان کو داد دے بیٹھے تو ہمیں اپنی ذہانت کا کیا فائدہ؟ خالصتاً اسی وجہ سے ہم نے فیس بُک کے نوجوان مالک کو آگاہ کیا کہ فیس بُک عصرِ حاضر کے ایک عظیم دماغ (اشارہ ہماری طرف ہے) سے محروم ہو سکتی ہے اگر ہماری حکمت دوسروں کے نام سے داغی جاتی رہی جس کے جواب میں اس نادان نے کہا کہ 'خیر ہے کوئی بات نہیں. 'یہ ہماری توہین تھی اور ہم نے دلبر داشتہ ہو کر فیس بُک کو ہمیشہ کے لیے خیر باد کہہ دیا۔

معزز قارئین کی اطلاع کے لئے عرض ہے کہ آج ہم حقیقی انسانوں کے اندر ہشاش بشاش زندگی گزار رہے ہیں۔

بقایا: امریکا کا پالتو۔ سعودیہ۔ اور پاکستان؟

''یمن کے مسائل کے حل کا راستہ پرامن راہ حل تلاش کرنے میں ہے۔ اور یہ بات بھول جاتے ہیں کہ یمن کے خلاف یہ فیصلہ کن طوفانی حملہ حقیقت میں عروبتہ یعنی عرب ازم کا دفاع ہے۔ اور تم عربوں کے نوکر ہو اور ہر باشرف عربی کے لیے باعث فخر ہے اور یہ حملہ امن کے قیام اور باغی گروہ کو کچلنے کے لیے ہے۔ اے خادم حرمین شریفین! ہمیں ان نمک حرام لوگوں کی مدد کی ہرگز ضرورت نہیں کہ جن کے ہمارے ملک میں مزدوری کرنے والے شہریوں کو اگر ہم ملک بدر کر دیں تو پھر دیکھیں کہ وہ کس طرح ہماری منت وسماجت کرتے ہیں اور کیسے وہ کتوں کی طرح بھونکتے ہیں۔'' قارئین ہم آپ سے پوچھتے ہیں کہ کیا واقعی سعودی عرب، امریکا کا پالتو۔ ہے اور پاکستان، سعودی عرب کا پالتو۔ ہے؟

”شعروشاعری“

”مری تشنگی بھی عجیب ہے“

مرا درد لوگوں سے مختلف ہے مری خوشی بھی عجیب ہے
میں ہوں قید اپنی ہی ذات میں مری زندگی بھی عجیب ہے
کبھی لہجے میں ترے چاشنی کبھی نشتروں کی سی کاٹ ہے
ترا التفات عجیب ہے تری بے رخی بھی عجیب ہے
مری داستان تھی بے اثر میں نے درمیان میں چھوڑ دی
جو کہی تھی وہ بھی عجیب تھی مری ان کہی بھی عجیب ہے
جو امید تھی مری ذات سے اسے میں نے پورا نہیں کیا
کسی پہلو چین نہ مل سکا یہ خود آگہی بھی عجیب ہے
یہ نہ دیکھ پائی حسین چہروں کے پیچھے کیا ہے چھپا ہوا
میں نے سب کو اچھا سمجھ لیا مری سادگی بھی عجیب ہے
تری مے میں کیا تھا یہ ساقیا! ابھی اور دے، ابھی اور لا
میں نے پی تو اور طلب بڑھی مری تشنگی بھی عجیب ہے
جو کیا خدا نے مجھے عطا میں رہی ہوں اس پہ ہی خوش سدا
مَیں ہوں مطمئن مَیں ہوں پر سکوں مری بندگی بھی عجیب ہے

امۃ الباری ناصر صاحبہ

”وہ مہرباں بھی ہوئے دشمنی پہ آمادہ“

محسؔن احسان

درشت کیوں تھا وہ اتنا کلام سے پہلے
کہ میرا نام نہ تھا اس کے نام سے پہلے
وہ سب چراغ کہ تھی جن میں روشنی کی رمق
بجھا دیئے گئے بستی میں شام سے پہلے
وہ مہرباں بھی ہوئے دشمنی پہ آمادہ
ہم آشنا بھی نہ تھے جن کے نام سے پہلے
خود اعتماد کبھی تھے پر اب یہ عالم ہے
ہزار وسوسے دل میں ہیں کام سے پہلے
ہمارے درس محبت کا پوچھتے کیا ہو
کتابی چہرہ پڑھا ہے کلام سے پہلے
سبک روان رہ غم نے زندگی محسؔن
مسافرانہ گزاری قیام سے پہلے

”رنگ ہر لفظ میں بھر جاؤ غزل ہونے تک“

تم ذرا اور نکھر جاؤ غزل ہونے تک
میری خاطر ہی ٹھہر جاؤ غزل ہونے تک
آرزو ہے کہ نہ گھر جاؤ غزل ہونے تک
تم اگر چاہو تو ہر شعر شگفتہ ہو جائے
بس میرے دل میں اتر جاؤ غزل ہونے تک
چاند بن کر میری شہرت میں اجالا کر دو
روشنی بن کے بکھر جاؤ غزل ہونے تک
میری جانب سے اجازت ہے چلے جاؤ مگر
دل بہ ضد ہے تو ٹھہر جاؤ غزل ہونے تک
میری آنکھوں سے مرے دل میں پہنچ کر تم بھی
دل کی دھڑکن میں اتر جاؤ غزل ہونے تک
کاش سب رنگ کے ہوں آج مرے سب اشعار
رنگ ہر لفظ میں بھر جاؤ غزل ہونے تک
میرے فن سے تمہیں بے لوث محبت ہے اگر
میری رگ رگ میں اتر جاؤ غزل ہونے تک
شعر کہنے کا سلیقہ بھی سکھا دو مجھ کو
آج یہ کام بھی کر جاؤ غزل ہونے تک
شاعری میں جو ہے رتبے کی تمنا رومؔی
فکر کی تہ میں اتر جاؤ غزل ہونے تک

رومانہ رومؔی

”عشق نے جو زخم بخشے ہیں ابھی تازے بہت“

آ گیا ہے وقت اب بھگتو گے خمیازے بہت
ہم فقیروں پر کسے تم نے بھی آوازے بہت
تم نے جو قصے کیے منسوب میری ذات سے
تھی حقیقت ان میں تھوڑی اندازے بہت
جن کو اپنی کامیابی کا بڑا پندار تھا
ہم نے دیکھے ہیں بکھرتے ان کے شیرازے بہت
گھٹ نہ جائے دم کہیں نفرت کے اس ماحول میں
کر لیے ہم نے مقفل دل کے دروازے بہت
شہر کے میلے میں یوں تو گل رخوں کی بھیڑ تھی
ان میں چہرے تھے مگر کم اور تھے غازے بہت
بس وہی ہو گا رضا کو تیری جو منظور ہے
کام آئیں گے نہ کمپیوٹر کے اندازے بہت
ہم نے ٹھکرائے نہ جانے کتنے آنکھوں کے پیام
مہ وشوں نے ہم پہ کھولے دل کے دروازے بہت
رفتہ رفتہ وقت کے مرہم سے بھر ہی جائیں گے
عشق نے جو زخم بخشے ہیں ابھی تازے بہت
ہم شریف انساں شبابؔ اس گھر میں نا محفوظ ہیں
اس میں دروازے تو کم ہیں چور دروازے بہت

شبابؔ للت

''مجھ سے جو دشمنی ہی رہی میرے یار کو''

رکھے خدا جہاں میں دل بے قرار کو
پانی پہ جیسے غنچۂ لالہ پھرے بہا
دیکھا مَیں آنسوؤں میں دل داغدار کو
برسا تو میرے دیدۂ خوں بار کے حضور
پر اب تک انفعال ہے ابر بہار کو
ہنستا ہی مَیں پھروں جو مرا ہو کچھ اختیار
پر کیا کروں مَیں دیدۂ بے اختیار کو
آیا جہاں میں دوست بھی ہوتے ہیں یک دگر
مجھ سے جو دشمنی ہی رہی میرے یار کو
سو بار یوں تو غیروں سے کرتے ہو ہنس کے بات
کچھ منہ بنا رہو ہو ہماری ہی بار کو
سرگشتگی سوائے نہ دیکھا جہاں میں کچھ
اک عمر خضر سیر کیا اس دیار کو
کس کس کی خاک اب کی ملانی ہے خاک میں
جاتی ہے پھر نسیم اسی راہگذار کو
اے وہ کوئی جو آج پیے ہے شراب عیش
خاطر میں رکھیو کل کے بھی رنج و خمار کو
خوباں کا کیا جگر جو کریں مجھ کو اپنا صید
پہچانتا ہے سب کوئی تیرے شکار کو
جیتے جی فکر خوب ہے ورنہ یہ بد بلا
رکھے گا حشر تک تہ و بالا مزار کو
گر ساتھ لے گڑا تو دل مضطرب تو میرؔ
آرام ہو چکا ترے مشت غبار کو

میر تقی میرؔ

''نام لینا ترا اب ہم نے میاں چھوڑ دیا''

جس نے ملنے پہ تمہارے دو جہاں چھوڑ دیا
تم نے ملنا بھی اب اس دل سے بتاں چھوڑ دیا
دِل ہی دِل میں تجھے اب یاد کرتے ہیں
نام لینا ترا اب ہم نے میاں چھوڑ دیا
مَیں نے پایا نہ اسے شہر میں نَے صحرا میں
تُو نے لے جا کے مرے دِل کو کہاں چھوڑ دیا
چھوڑ دے کوئی کسی کے لیے جس طرح سے کچھ
ہم نے منّت میں تری کون و مکاں کو چھوڑ دیا
وہ گئے دن جو کسی کی ہمیں سدھ رہتی تھی
اب تو سب ذکر فلاں ابن فلاں چھوڑ دیا
تیرے دِل سے تو مجھے بات یہ لگتی ہے بعید
تُو نے کس دِل سے حسنؔ کو مری جاں چھوڑ دیا

میر غلام حسنؔ (متوفی ۱۷۸۶ء)

''علم یلغار کرتا ہے، تو کٹ جاتی ہیں زنجیریں''

قلم کا کام ہے لکھنا کتابِ دِل کی تفسیریں
علم گہرا سمندر ہے سمو لیتا ہے تحریریں
دلائل قلم کے آگے ہیں سب ہتھیار بے معنی
نہیں طاقت کسی میں بھی ہیں سب بیکار شمشیریں
لکھائی سے ہمیشہ فیض پاتی ہیں نئی نسلیں
علم یلغار کرتا ہے ، تو کٹ جاتی ہیں زنجیریں
علم کے طالبوں کی منزلیں اوجِ ثریا پر
رکاوٹ ڈال سکتی ہی نہیں کوئی بھی تدبیریں
نگاہِ یار بدلے تو بدل جاتی ہے دنیا بھی
نہ کوشش کارگر ثابت ، نہ مِنت نہ ہی تقریریں
خطائیں ہیں بہت میری ، یہ بخشش بے بہا تیری
بہت ہیں کم تیری بخشش سے یا ربّ میری تقصیریں
آہِ درد ٹکراتی ہے جب عرشِ معلٰی سے
منؔیر ، پھر اذنِ مولا سے بدل جاتی ہیں تقدیریں

منؔیر احمد باجوہ۔ ہمبرگ، جرمنی

''زندگانی و مرگ بھی کیا ہیں؟''

جس کو ر قص و سرور کہتے ہیں
وہ بھی ہے اک ہوائے خانہ خراب
عمر کہتے ہیں جس کو وہ کیا ہے ؟
مثلِ تحریر موجِ نقش بر آب
جسم کیا روح کیا ہے جولاں گاہ
روح کیا اک سوار پا بہ رکاب
حُسن اور عشق کیا ہیں یہ بھی ہیں
خطفہ برق و قطرۂ سیماب
زندگانی و مرگ بھی کیا ہیں ؟
ایک مثال خیال و دیگر خواب
فرصتِ عمر قطرۂ شبنم
وصلِ محبوب گوہر نایاب
کیوں نہ عشرت دو چند ہو جو ملے
یار مہ چہرہ اور شبِ مہتاب
سب کتابوں کے کھل گئے معنی
جب سے دیکھی نظیؔر دل کی کتاب

نظیؔر اکبر آبادی

''ہمیں جنّت میں راحت وہ نہیں ہے''

نکل جائے یہ حسرت وہ نہیں ہے
بدل جائے یہ قسمت وہ نہیں ہے
وہی تم ہو طبیعت وہ نہیں ہے
وہی صورت ہے سیرت وہ نہیں ہے
پکارا دیکھ کر مَیں مور کی شکل
خداوندا یہ صورت وہ نہیں ہے
تمہارا دل تو دیکھوں ہاتھ رکھ کر
وہی ہے یا محبت وہ نہیں ہے
کہے دیتے ہیں ہم دھوکا نہ کھانا
ہماری اب طبیعت وہ نہیں ہے
دکھائے بُت برہمن ، شیخ حوریں
پلٹ جائے یہ نیّت وہ نہیں ہے
ترا دل کیا ترے گھر میں بھی مجھ کو
ٹھہرنے دے یہ وحشت وہ نہیں ہے
مرے مرقد پہ بولے ہاتھ مل کر
اسی کی ہے یہ تربت وہ نہیں ہے
یہاں قیدی ہیں ، تھے دنیا میں آزاد
ہمیں جنّت میں راحت وہ نہیں ہے
جو تم سمجھے ہو دل میں چارہ سازو
علاجِ دردِ فرقت وہ نہیں ہے
گئی محفل کی رونق داغؔ کے ساتھ
وہی دم تھا غنیمت وہ نہیں ہے

نواب مرزا خاں داغؔ

''یوں ہی تو مسیحائی اُٹھالی نہیں جاتی''

یہ روشنی مشرق سے سنبھالی نہیں جاتی
شب ، صبح میں ڈھل جاتی ہے ، ڈھالی نہیں جاتی
ہر بار کھنک اُٹھتا ہے کاسے کی طرح دِل
آواز کوئی ایک بھی خالی نہیں جاتی
مَیں کیسے نگل جاؤں دہکتے ہوئے آنسو
چنگاری کبھی جیب میں ڈالی نہیں جاتی
اچھا ہے کہ بن جاتا ہے ہر بار نیا نقش
اچھا ہے ، مری خام خیالی نہیں جاتی
ایسا ہے کہ ڈوبا ہے مری آنکھوں میں سورج
یوں صبح تلک شام کی لالی نہیں جاتی
اس شہر زر و سیم میں کیا خاک میں چلتا
صحرا میں تو ناؤ کبھی ڈالی نہیں جاتی
ہر بار تو سولی پہ چڑھا دیتی ہے دنیا
یوں ہی تو مسیحائی اُٹھا لی نہیں جاتی
جس آنکھ کو آ جائے نظر گنبدِ خضرا
وہ آنکھ کہیں بن کے سوالی نہیں جاتی
جمشیدؔ اگر عزمِ سفر ، رختِ سفر ہو
خود راہ نکلتی ہے ، نکالی نہیں جاتی

جمشیدؔ اعظم چشتی

''مرض بڑھتے بڑھتے دوا ہو گیا''

قلق اَور دل میں سوا ہو گیا
دلاسا تمہارا بَلا ہو گیا
دکھانا پڑے گا مجھے زخمِ دل
اگر تیر اس کا خطا ہو گیا
سبب ہو نہ ہو لب پہ آنا ضرور
مرا شکر اس کا گلہ ہو گیا
وہ امید کیا جس کی ہو انتہا
وہ وعدہ نہیں جو وفا ہو گیا
ہوا رکتے رکتے دم آخر فنا
مرض بڑھتے بڑھتے دوا ہو گیا
نہیں بھولتا اس کی رخصت کا وقت
وہ رو رو کے ملنا بَلا ہو گیا
سماں کل کا رہ رہ کے آتا ہے یاد
ابھی کیا تھا اور کیا سے کیا ہو گیا
سمجھتے تھے جس غم کو ہم جانگداز
وہ غم رفتہ رفتہ غذا ہو گیا
نہ دے میری امید مجھ کو جواب
رہے وہ خفا گر خفا ہو گیا
ٹپکتا ہے اشعارِ حالیؔ سے حال
کہیں سادہ دل مبتلا ہو گیا

خواجہ الطاف حسین حالیؔ

''اب اپنے بھی ہوئے جاتے ہیں پرائے''

تیری صحبت ہے خوش نصیب کے لیے
مری چاہت ہے فقط حبیب کے لیے
تُو فلک پہ ہے اور مَیں زمین پر ہوں
بیچ کا فاصلہ بہت ہے غریب کے لیے
اک جھلک کو تری ترستا رہا مَیں
تری جلوہ گری ہے فقط رقیب کے لیے
اب اپنے بھی ہوئے جاتے ہیں پرائے
لطف بن رہے ہیں فاصلے حبیب کے لیے
محبت کرتا ہوں سوداگر نہیں ہوں مَیں
نوحہ کناں نہیں اپنے نصیب کے لیے
گلستاں پر جب بھی خزاں آتی ہے
دشت بنتا ہے گلشن عندلیب کے لیے
آسان نہیں ہے میرے درد کا بیان
لکھنا دوبھر ہے اچھے ادیب کے لیے

سکھا دیا جس نے مشکل میں جینے کا سلیقہ
دعا گو ہوں اپنے اُس طبیب کے لیے
جہانگیر خاں

''مجھے مرے بچپن کا زمانہ چاہیے''

ماں کی گود اور باپ کا سینہ چاہیے
مجھے مرے بچپن کا زمانہ چاہیے
ماں باپ کے مظبوط سائبان تلے
چین و راحت کی نیند سونا چاہیے
تھک سا گیا ہوں میں چلتے چلتے
ماں سے مالش باپ سے ٹانگیں دبوانا چاہیے
ڈانٹنا ، روٹھنا اب اچھا نہیں لگتا
تھوڑی ڈانٹ تھوڑا روٹھنا چاہیے
انگلی پکڑ کر چلانا بہت کر لیا ہے
پھر اک بار باپ کی انگلی تھامنا چاہیے
درد نے دھندلا دی ہیں مری آنکھیں
مجھے تھوڑا ہنسنا تھوڑا رونا چاہیے
بہت دیکھ لیے ہیں عجائباتِ دنیا
پھر اک بار چڑیا گھر دیکھنا چاہیے
بہت کما لی اور پڑھ لی ظالم دنیا
انگلی پکڑ کر پھر اسکول جانا چاہیے
گھٹن سے سلگ رہا ہے مرا بدن
گھر کی چھت پر مجھے سونا چاہیے
دنیا کا ہر کھانا میسر ہے مجھے
ماں کا پکایا ہوا کھانا چاہیے
روز دباتے ہیں بدن میرا مرے بچے
مجھے باپ کی ٹانگیں دبانا چاہیے
کھل کے رویا نہیں مدت سے
سر رکھنے کے لیے مجھے سینہ چاہیے
سر رکھتے ہی نیند آ جائے مجھے
ماں کی ریشمی گود کا بچھونا چاہیے
جانتا ہوں ماضی لوٹتا نہیں مگر
مجھے ماضی میں جانا چاہیے
بہکنے کی کوئی وجہ تو نہیں ہوتی
مجھے آج خوب بہکنا چاہیے
جن کے وجود سے دھڑکتا ہوں
مجھے ان کی دھڑکن سننا چاہیے
جذبات کا دھارا بہہ نکلا ہے
نرم ہاتھوں سے سر سہلانا چاہیے
کیا کروں دل سنبھلتا ہی نہیں
مجھے بس مشورہ پدرانہ چاہیے
رہے سر پر فضلِ ربّی کا سایہ
مرے مولیٰ انہیں ترا بخش دینا چاہیے
شاد باغ رہیں میرے والدین
حسنؔ بس یہی دعا مانگنا چاہیے
رانا محمد حسن خاں

''شاید کوئی عیسیٰ نفس آئے انہیں پوچھے''

چہرے کے خد و خال میں آئینے جڑے ہیں
ہم عمر گریزاں کے مقابل میں کھڑے ہیں
ہر سال نیا سال ہے ہر سال گیا سال
ہم اڑتے ہوئے لمحوں کی چوکھٹ پہ پڑے ہیں
دیکھا ہے یہ پرچھائیں کی دنیا میں کہ اکثر
اپنے قد و قامت سے بھی کچھ لوگ بڑے ہیں
شاید کہ ملے ذات کے زنداں سے رہائی
دیوار کو چاٹا ہے ہواؤں سے لڑے ہیں
اُڑتے ہیں پرندے تو یہاں جھیل بھی ہو گی
تپتا ہے بیابان بدن کوس کھڑے ہیں
شاید کوئی عیسیٰ نفس آئے انہیں پوچھے
یہ لفظ جو بے جان سے کاغذ پہ پڑے ہیں
اس بات کا مفہوم مَیں سمجھا نہیں اخترؔ
تصویر میں ساحل پہ کئی کچے گھڑے ہیں
اخترؔ ہوشیارپوری

RH ACCIDENT CLAIM SERVICES LTD

Give us a call on 020 3674 7909

RH ACCIDENT CLAIM SERVICES LTD

free professional, friendly and confidential advice

24 Hours Phone Service - 7 Days a Week DIAL 07792998973

Have you been injured in an accident that wasn't your fault?

If so, we're here to help

REPLACEMENT CAR WITHIN 24 HOURS

Loss of earnings - Protection of no claim - storage and recovery - personal injury - replacement car

Road Accident

Personal Injury

Accident at Work

Fall, Slip & Trip

Personal Injury Specialist

No win No fee

2 London Road, SM4 5BQ Morden - Surrey
Opening Hours: Mon-Fri 10:00 - 17:00
Tel. 020 3674 7909 Mob. 077 9299 8973
Email: info@rhacs.co.uk

Welcome to

ZheGerman

Not Just Different But Better

020 3903 7222

Meal Deals

Doner Kebab Meal

Doner Kebab with Fries
£7.99

Buy One Get One Free

11 inch Hamburg
£10.99

Lunch Meal Deal

Any 7inch Pizza with Drink
£3.99

Doner Kebab
£.5.99

Party Pizza
£.19.99

Sides - Fries
£.1.00

Our Menu Dishes

Delivery Starts Only After 5PM

http://zhegerman.co.uk

About Us

Order food online in Morden! It's so easy to use, fast and convenient. Try our new, online website which contains our entire takeaway menu. The Zhe German is located in Morden, London Borough Of Merton. You can now order online, all your favourite dishes and many more delicious options, and have them delivered straight to your door in no time at all.

Here at Zhe German we are constantly striving to improve our service and quality in order to give our customers the very best experience. As a result, we are finally proud to unveil and introduce our latest improvement, our new online ordering website! You can now relax at home and order your favourite, freshly prepared meals from Zhe German, online. You can even pay online!

Zhe German in Morden will always be offering great food at affordable prices. Please feel free to browse our new website and place your order online. Remember to check our new online ordering site to get up to date prices and exclusive special offers, limited to our online customers only! Thank you for visiting Zhe German in Morden, London Borough Of Merton. We hope you enjoy our online ordering website and your food.

Open 7 Days A Week
12.00 PM - 03.00 AM

Free Delivery
Minimu Order £10

Zhe German
63 St Helier Avenue,
Morden London
Borough Of Merton,
SM4 6HY